اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۲ رجون ربوقت ۱۲ بجے صبح ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ کل دن بھر حضور کو کچھ ضعف کی شکایت رہی۔ اس وقت طبیعت اچھی ہے۔
احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے آمین۔

ربوہ ۲۲ رجون ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی صحت کے متعلق کل کی اطلاع تھی کہ پیشاب کی نالی میں سوزش ہے اور طبیعت میں بہت گھبراہٹ ہے۔ اور آج کی اطلاع مظہر ہے کہ تکلیف بڑھ گئی ہے اور بے چینی میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ احباب جماعت توجہ اور التزام سے دعاؤں میں لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضرت ممدوح کو شفائے کامل و عاجل عطا فرمائے۔

قادیان ۲۵ رجون ۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔

جلد ۱۲ — شمارہ ۲۴
ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب: فیض احمد گجراتی
شرح چندہ: سالانہ ۔/۱۲ روپے، ششماہی ۔/۷، ممالک غیر ۔/۱۸ روپے، فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے
۲۷ احسان ۱۳۴۲ ہش | ۴ صفر ۱۳۸۳ ہجری | ۲۷ رجون ۱۹۶۳ء

مقدس احمدیہ حلقہ قادیان کے متعلق محکمہ بحالیات کے نوٹس

(پر)

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی طرف سے احتجاجی قراردادیں

اس سے پہلے بذریعہ اخبار یہ اطلاع شائع کی جا چکی ہے کہ محکمہ بحالیات نے جناب وزیر اعظم صاحب ہندوستان اور جناب وزیر بحالیات کے وعدوں کو جو انہوں نے مقدس احمدیہ پاکٹ کی سالمیت اور تقدیس کو برقرار رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ سے کئے تھے نظر انداز کرتے ہوئے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو یہ نوٹس دیا ہے۔ کہ وہ ایک ماہ تک مبلغ ۔/۱,۰۹,۷۴۲ روپے کی رقم اس حلقے میں شمار نکاسی جائدادوں کی قیمت کے طور پر ادا کرے۔ ورنہ ان مکانات کو نیلام عام کے ذریعہ فروخت کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ محکمہ متعلقہ کا یہ اقدام نہ صرف یہ کہ ہمارے مقدس پاکٹ کی سالمیت اور مذہبی تقدیس کو خطرہ میں ڈالنے والا۔ بلکہ ہندوستان اور بیرونی ممالک کے لاکھوں احمدیوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس سارے حلقہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ اور اس کے مقدس خلفاء، مقدس اہل بیت اور صحابہ کرام کا زندگی بھر کا تعلق ہے اور اس میں نہایت مقدس مرکزی مساجد (مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ) اور جماعت کے مذہبی اور دینی ادارے، بہشتی مقبرہ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دار المسیح وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ اور احمدیہ جماعت کا یہ یقین ہے کہ اس حلقے کی بہت سی عمارات شعائر اللہ میں شامل ہیں۔ پس محکمہ متعلقہ کی طرف سے یہ نوٹس دینا اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں صدر انجمن احمدیہ سے اتنی خطیر رقم کا مطالبہ کرنا جو انجمن اپنے موجودہ حالات کے ماتحت ہرگز ادا نہیں کر سکتی۔ یقیناً ان مقدس مقامات کی بے حرمتی کا موجب ہوگا۔ بالخصوص جبکہ صدر انجمن احمدیہ کی واگذار شدہ جائدادوں کی آمد اور کرایہ کی تقریباً چودہ لاکھ کی رقم ابھی تک محکمہ مذکورہ کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جو ریزولیوشن احتجاج کے طور پر جماعتوں نے پاس کئے ہیں۔ وہ بہت طویل ہیں اور ان میں اس مقدس حلقہ کی تحریم اور اپنے مذہبی جذبات کا واضح طور پر اظہار کیا گیا ہے۔ لیکن بوجہ قلت گنجائش ہم صرف ان جماعتوں کے اسماء تحریر کرتے ہیں جن کی قراردادوں کی نقول ہمارے پاس پہنچی ہیں۔

امید ہے کہ ہمارے وزیر اعظم اور دیگر ذمہ دار اراکین حکومت اس اہم معاملہ میں فوری مداخلت کر کے اس نوٹس کی منسوخی کے احکام جاری فرمائیں گے۔ اور تمام ممبران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان اور ممالک بیرون کو شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

ناظر امور عامہ
سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان

اسماء جماعتہائے احمدیہ ہندوستان جنہوں نے قراردادوں کی نقول بھجوائی ہیں

۱۔ جناب محمد کریم اللہ صاحب فروان جنرل سیکرٹری انجمن احمدیہ مدراس
۲۔ جناب سیٹھ محمد عبدالحی صاحب امیر جماعت یادگیر آندھرا پردیش۔
۳۔ ممبران جماعت احمدیہ سکندر آباد آندھرا پردیش بذریعہ تار۔
۴۔ جناب سید محمد سلیمان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ جمشید پور۔ بہار۔
۵۔ جناب ڈاکٹر سید منصور احمد صدر جماعت منظفرپور بہار
۶۔ جناب سیٹھ بشیر احمد صاحب و ممبران جماعت احمدیہ لکھنؤ۔
۷۔ جناب مجید عالم صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ پٹنہ بہار
۸۔ جناب بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت احمدیہ جموں و کشمیر سٹیٹ
۹۔ حکیم میر غلام محمد صاحب صدر جماعت احمدیہ باڑی پورہ کشمیر۔
۱۰۔ جناب میاں غلام رسول صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چنبہ
۱۱۔ جناب بی۔ اسمٰعیل صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مرکرہ میسور سٹیٹ
۱۲۔ جناب عبدالحمید صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ باڑی پورہ کشمیر۔
۱۳۔ جناب نذیر احمد صاحب سیکرٹری امور عامہ جماعت احمدیہ چک ایبرچ کشمیر
۱۴۔ جناب محمد سلیمان صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ انبیٹہ (یو۔پی)
۱۵۔ جناب قائد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر (میسور سٹیٹ)
۱۶۔ جناب منڈا سنگھ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ دہلی
۱۷۔ جناب پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ ساگر ضلع شیموگہ (میسور سٹیٹ)
۱۸۔ جناب صدر صاحب جماعت احمدیہ بل پور کیرلہ (یو پی)
۱۹۔ جناب ظہیر احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ امروہہ "
۲۰۔ جناب یعقوب حسن صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بھوت پور مغربی بنگال
۲۱۔ جناب غلام مرتضیٰ صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کریا کتا (مغربی بنگال)

عزیزہ طلعت سلمہا اللہ تعالیٰ کیلئے خاص دعا کی تحریک

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

برادرم مکرم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کی صاحبزادی عزیزہ طلعت سلمہا اللہ تعالیٰ عرصہ سے بہت بیمار رہی ہے۔ پہلے ڈھاکہ میں انکا پریشن انتڑیوں میں بندش پڑ جانے کا ہوا تھا۔ اس کے بعد طبیعت گرتی چلی گئی۔ اور اب حالت حد درجہ قابل تشویش ہے۔ اس وقت جو انکی بیماری کی تشخیص ہوئی ہے وہ Leukaemia ہے یعنی خون کا کینسر اور یہ بیماری طب میں لاعلاج سمجھی جاتی ہے۔ خاکسار عزیزہ کو دیکھنے کے لئے کل لاہور گیا تھا۔ اس کی حالت بہت نازک اور تشویشناک ہے جس کی وجہ سے تمام خاندان کو بہت فکر اور پریشانی ہے۔ لہذا خاکسار صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام احباب جماعت کی خدمت میں عزیزہ کے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک کرتا ہے ہمارا خدا قادر خدا ہے اور وہ بظاہر لاعلاج مریض کو بھی اپنے دست قدرت سے شفا دے سکتا ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دست شفا و قدرت سے عزیزہ کو کامل و عاجل شفا عطا فرمائے۔ آمین اللہم آمین۔
خاکسار مرزا منور احمد (بحوالہ الفضل)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر مورخہ ۲۷ جون ۱۹۶۳ء

محرم کے فسادات کی ذمہ داری

پاکستان اسمبلی میں یہ مسئلہ گرماگرم بحث کا موضوع بنا ہوا ہے کہ حال ہی میں محرم کے موقعہ پر مغربی پاکستان کے بعض شہروں میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تھے۔ اور جن میں سینکڑوں لوگ مذہبی تنگ نظری کی قربانگاہ پر چڑھ گئے تھے۔ انکی ذمہ داری کی تعیین کی جائے۔ اور اس غرض کے لئے حکومت پاکستان ایک کمیشن مقرر کر رہی ہے جو تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔ اسی دوران میں پاکستان کے بعض اخبارات نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان فسادات کے پس پردہ غیر ملکی تخریبی ہاتھ کام کر رہا تھا۔

جہاں تک پاکستانی اخبارات کی طرف سے اس تاثر کے اظہار کا تعلق ہے کہ ان فسادات کے پس پردہ کوئی غیر ملکی طاقت کار فرما تھی ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ایسا مذاق لنگ ہے جس کی کوئی دور کی توجیہہ بھی نہیں کی جا سکتی اور ان اخبارات نے خواہ مخواہ اپنی رسوائی کو غیر ملکی ہاتھ سے منسوب کر کے ملک و قوم کی کوئی اچھی خدمت نہیں کی تقسیم ملک سے قبل جب کبھی برصغیر میں اس قسم کے فسادات ہوا کرتے تھے۔ تو ہندوستان کے ہندو اور مسلمان ان فسادات کی ذمہ داری انگریزی پالیسی

"لڑاؤ اور حکومت کرو" کے سر منڈھا کرتے تھے۔ گو ان فسادات میں بھی زیادہ تر ہماری اپنی ہی حماقت کار فرما ہوتی تھی۔ لیکن چلئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت کے ایماء پر اس قسم کے ہنگامے کشت و خون برپا ہوتے تھے۔ لیکن صاحب! انگریز تو اگست ۱۹۴۷ء میں ہی اس برصغیر سے بوریا بستر باندھ کر چلے گئے تھے۔ اب اپنی کارستانیوں کو ان کی طرف منسوب کرنے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔

لیکن اگر اب بھی آپ یہی سمجھتے ہیں کہ انگریز جاتے کو تو چلے گئے لیکن اپنی اس پالیسی کے جراثیم یہیں چھوڑ گئے ہیں۔ تو اس کے دو ہی معنے ہیں۔ یا تو یہ کہ آپ آزاد تو ہو گئے لیکن آپ انگریزی پالیسی کی زنجیروں سے اپنے پاؤں آزاد نہیں کرا سکے۔ یا پھر یہ کہ آپ کو یہ عادت سی ہو گئی ہے کہ کام یہ بدلو خود کرتے ہیں اور لعنت شیطان پر بھیجتے ہیں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک تو آپ کا یہ الزام درست تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب کہ آپ کو آزاد ہوئے پورے سولہ سال ہو گئے ہیں تو آپ کا اس قسم کے فسادات کی ذمہ داری غیر ملکی طاقتوں سے منسوب کرنا اپنے اندر کوئی بھی تو تک نہیں رکھتا

سیدھی سادی سی بات ہے کہ محرم کے موقعہ پر شیعہ سنی فرقوں میں فسادات ہوئے اور اتنے شدید ہوئے کہ ان کی گونج اب بھی دور دور تک سنی جا رہی ہے اور ان فسادات میں سرکاری اعداد و شمار تو سینکڑوں تک ہی مشکل سے پہنچے ہیں۔ لیکن ہم اتنی سی بات تو غریب سمجھتے ہیں کہ سرکاری اعداد و شمار کو ہمیں طرف کم از کم ایک صفر بڑھانے سے صحیح تعداد معلوم ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان فسادات میں ہزاروں آدمی ملوث ہوئے۔ سینکڑوں گھر اجڑے اور درجنوں سہاگنوں نے بیوگی کا لباس پہنا اور ہزاروں بچے یتیم ہوئے

اب یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہزاروں لوگ جو ان فسادات میں ملوث ہوئے وہ کون تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ سب مغربی پاکستان کے مسلمان شہری تھے اگر آپ کہتے ہیں کہ انہیں کسی غیر ملکی طاقت کی انگشت نمائی تھی تو آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ فلاں فلاں پاکستانی غیر ملکی طاقت کے کھونٹے پر اب بھی بندھے ہوئے ہیں۔ اور اگر واقعی یہ امر ثابت ہو جائے کہ ظلم و ستم کا یہ سارا ناچ کسی غیر ملکی ہاتھ نے نچوایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پورے سولہ سال گزرنے کے بعد بھی آپ غلام کے غلام ہی رہے۔

بہرحال آپ صرف یہ کہہ کر کہ ان فسادات میں کوئی غیر ملکی ہاتھ تھا اپنے منہ کی اس کالک کو دور نہیں کر سکتے۔ اور آپ اس حقیقت سے دانستہ اغماض کر رہے ہیں کہ آپ کے ملک میں آپ کے شہروں اور آپ کے محلوں میں ایسا عنصر موجود ہے۔ جو مذہب کے نام پر خون کی ندیاں بہانے کے لئے ہر وقت پر تولتا رہتا ہے۔ [illegible] اور جونہی اُسے موقعہ ملتا ہے وہ اپنے جذبہ بربریت کی تسکین کر لیتا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں اسی عنصر نے مغربی پاکستان کے ہر شہر ہر قریہ اور ہر بستی میں احمدیت کے خلاف کشت و خون کا بازار گرم کیا تھا اور اب دس سال کے بعد ۱۹۶۳ء میں وہ پھر اپنی کمین گاہ سے نکل کر انسانیت پر حملہ آور ہوا ہے

جہاں تک حالیہ فسادات کے پھیلاؤ اور گہرائی کا تعلق ہے۔ انہیں ۱۹۵۳ء والے فسادات سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ظلم بہرحال ظلم ہے چاہے وہ کسی پیمانہ پر ہو۔ اور یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ حکومت ان شیعہ سنی فسادات کی تحقیقات کا نتیجہ

گر چکی ہے۔ لیکن یہ خوشی قبل از وقت ہی ثابت ہو گئی ہے۔ یہ سوچ کر کہ اس زمانہ کی حکومت نے ایک بڑا ذمہ دار تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا ہے اور لاکھوں روپیہ خرچ کر کے تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ" مرتب کرائی۔ مگر افسوس کہ اس رپورٹ نے جن مجرموں کی نشاندہی کی تھی وہ آج دندناتے پھر رہے ہیں اور اُن کا بال تک بیکا نہ ہوا تھا۔ بلکہ جہاں تک ہمیں علم ہے اُن مجرموں میں سے بعض تو اب بھی اچھی خاصی لیڈری کی دوکانیں چمکائے بیٹھے ہیں اگر اس زمانہ میں تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کو درخور اعتنا سمجھا جاتا۔ اور مجرموں کو قرار واقعی سزائیں دی جاتیں۔ تو شاید یہ خونی ڈرامہ دوبارہ کھیلا نہ جاتا۔ لیکن اس ضخیم اور مستند "تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ" کو طاقِ نسیاں پر رکھ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب آئندہ سب اچھا ہی رہے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس سال انڈر گراؤنڈ رہنے کے بعد دیو بہیمیت پھر لعنت کرتا ہوا نکلا اور ہزاروں انسانوں کو لقمہ تر بنا کر چلتا بنا۔

اور بھولی بھالی حکومت پاکستان اب پھر کچھ مرتبین کو مقرر کر رہی ہے کہ اس خونی ڈرامہ کے کرداروں کے نام مقام اور کام متعین کر دیئے۔ پھر یہ ڈرامہ کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔ اور مجلد ہو کر "تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ" کے اوپر رکھ دیا جائے گا تاکہ سند رہے اور آئندہ کبھی کام نہ آئے۔!

ہم حکومت پاکستان سے کہتے ہیں کہ اس تکلف کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ دو تین جج یا اعلیٰ افسران کام پر مقرر کئے جائیں۔ اور وہ خواہ مخواہ قلم گھسا کے پھریں۔ لمبا چوڑا خرچ بھی ہوگا اور پریشانی الگ۔ ہوگی سنئے ہم اس کا کچھ معاوضہ بھی طلب نہیں کرتے۔ اور بتائے دیتے ہیں کہ ان فسادات کی تمام تر ذمہ داری "ملاّ" کے سر ہے۔ اس ملاّ کے سر جو ہر مسجد سے شر اُگلتا ہے۔ اور آپ اس کے منہ میں لگام نہیں دیتے۔ وہ ملاّ جو مذہبی تنگ نظری کا شکار ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کی ہمنوا بن جائے۔ اور "راج کرے گا ملاّ" کا نعرہ آفاقِ عالم میں گونج گونج جائے!! اور اس سے اختلاف رکھنے والا ہر شخص سر دار کھینچا جائے۔ یا واجب القتل قرار دیا جائے۔

یہ امر سخت افسوسناک ہے۔ اور مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ان کے بعض فرقوں کے کٹر قسم کے متعصب ملاّ اپنے سوا ہر فرقے کو واجب القتل قرار دیتے اور علی الاعلان اپنے خونی خیالات کا اظہار کرتے پھرتے ہیں۔ پھر بھی انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ارباب حکومت یقیناً اس امر سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ یہ کفن چور ملاّ ازم اور مذہب کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ اور محض اپنے اقتدار کی ہوس میں خون کی ہولی وقتاً فوقتاً کھیلتے رہتے ہیں۔ کاش! وہ وقت جلد آئے کہ اس قسم کی مذہبی آشفتہ سریاں ختم ہو جائیں۔ اور وہ ملاّ اپنے کیفر کردار کو پہنچے جو ہر شہر اور ہر بستی اور ہر محلہ میں مختلف صورتوں میں موجود ہے۔ اور تسبیح پر کوئی ورد نہیں کرتا۔ بلکہ انسانی کھوپڑیاں گنتا رہتا ہے!

جماعت احمدیہ بھارت امتحانی دور میں

مرکزی وزارت بحالیات کے اس نوٹس نے کہ ایک ماہ کے اندر اندر پونے آٹھ لاکھ روپیہ احمدیہ ایریا کی قیمت کے طور پر ادا کرو ورنہ اس ایریا کو نیلام عام کے ذریعہ فروخت کر دیا جائے گا۔ بھارت کی جماعت احمدیہ کو ایک امتحان میں اور دنیا بھر کی جماعتوں کو ایک شدید پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان اس سلسلہ میں مناسب اور آئینی کارروائی کر رہی ہے۔ اور حکومت ہند کے افسران اعلیٰ کو توجہ دلا رہی ہے کہ وہ اپنے پیمانوں وعدوں کو پورا کرتے ہوئے اس ایریا کی جائز قیمت وصول کرے۔ اس سلسلہ میں بھارت کی بیرونی جماعتوں کی طرف سے بھی حکومت کے افسران کو ریزولیشنز کے ذریعہ توجہ دلائی جا رہی ہے۔

یہ وقت ہمارے صبر کے امتحان کا وقت ہے۔ ہمیں صبر و ضبط سے بھی کام لینا ہے اور اپنی بلندی اخلاق و کردار کا بھی مظاہرہ کرنا ہے۔ ہماری جماعت کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ وہ دائرہ آئین و اخلاق سے باہر قدم نہیں رکھتی اور دلائل و قوانین کے ہتھیاروں سے لڑتی ہے۔ یہی کچھ اس وقت عمل ہو رہا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ خدا جو ہمیشہ آسمانوں سے ہماری مدد اور نصرت فرماتا رہا ہے۔ اب بھی فرمائے گا۔ اس لئے ہم سا زمین سے کہیں زیادہ اسی کے دروازہ کو کھٹکھٹائیں کہ وہی سب سے بہتر کارساز اور سب سے زیادہ رحیم اور عادل ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ نوٹس ایک چیز کا حکم رکھتا ہے۔ اور جہاں اس سے جماعت میں روحانی بیداری پیدا ہو جانی چاہیئے۔ وہاں جماعت کو اس امر کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ جب مرکز کی طرف سے مالی قربانی کے لئے آواز دی جائے تو احباب جماعت بڑی فراخدلی کے ساتھ اپنی جیبوں کے منہ کھول دیں۔ تاکہ جب بھی حکومت جائز قیمت وصول کرنے کا فیصلہ کرے وہ قیمت جلد از جلد ادا ہو سکے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو۔ (ف۔ ل)

خطبہ جمعہ

روحانی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے ہمیشہ نئی نئی قربانیوں کی ضرورت رہتی ہے

مومن کبھی اپنی پچھلی قربانیوں سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے ایمان کی زیادتی کیلئے قربانیوں میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۷ ستمبر ۱۹۴۵ء بمقام ڈلہوزی

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:
کسی قوم کی

ایک ہی قربانی

اس کے ہمیشہ کام نہیں آسکتی۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی جانتا ہے کہ دن میں ایک یا دو تین دفعہ کھانا ضروری ہوتا ہے جیسا بھی کسی کے ہاں رواج ہو اگر انسان ہر روز کھانا نہ کھائے تو اس کی وہ قوتیں جو تحلیل ہوتی رہتی ہیں ان کا بدل پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر ایک انسان بیس سال تک ناک کان آنکھوں اور ہاتھ پیر سے کام لیتا رہے اور بعد میں کچھ عرصہ کے لئے اپنے ان اعضاء سے کام لینا چھوڑ دے مثلاً کانوں میں روئی ٹھونس کر ان کو بند کر دے یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر انہیں بیکار کر دے یا ایسے ہی دوسرے اعضاء سے کام نہ لے تو یہ دلیل اس کے ہرگز کام نہ آسکے گی کہ میں پہلے بیس سال ان اعضاء سے کام لیتا رہا ہوں۔ اگر اب کام نہ لیا تو کیا نقصان ہوگا اگر وہ ان اعضاء سے کام نہ لے گا تو چند ہی دنوں کے بعد اس کی طاقتیں معطل ہو جائیں گی۔ یہی حال روحانی طاقتوں کا ہوتا ہے۔ کئی نادان سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے

پہلے بہت سی قربانیاں کر دی ہیں

وہی ہمارے لئے کافی ہیں ہمیں آئندہ کے لئے قربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ وہ ہر روز کھانا کھاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل پرسوں یا اترسوں کا کھایا ہوا کھانا ہمارے لئے کافی ہوگا۔ اور بغیر کسی کے کہنے کے

ہر روز کھانا کھا لیتے ہیں

سوائے بچوں کے کہ والدین ان کو کہہ کر کھانا کھلاتے ہیں کہ کھانا کھا لو نہیں تو معدہ خراب ہو جائے گا اور پانچ دس دن کی تاکید کے بعد وہ بھی اس نصیحت کے محتاج نہیں رہتے تو ہر وہ انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ پچھلی قربانیاں اس کے لئے کافی ہیں وہ سخت غلطی پر ہے جس طرح کل کا کھایا ہوا

اس کے آج کام نہیں آسکتا۔ اسی طرح پچھلی قربانیاں انسان کو آئندہ کے لئے مستغنی نہیں کر سکتیں بلکہ

روحانی زندگی

کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ نئی نئی قربانیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ پھر قربانیاں بھی اوقات کے بدلنے کے ساتھ بدلتی چلی جاتی ہیں۔ ایک وقت مالی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسرے وقت جانی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہمیشہ ایک ہی قسم کی قربانی کی کسی قوم کو ضرورت رہے پہلی قربانیاں موت سے نجات کے لئے تھیں جو گزشتہ زمانہ کی تھیں۔ آئندہ کی قربانیاں آئندہ کی ہلاکت سے بچنے کے لئے ہیں جس نے دو سال پہلے کھانا کھایا تھا اس نے اس فاقہ کی موت سے نجات حاصل کی تھی جو دو سال پہلے آسکتی تھی۔ اس کھانے سے وہ دو سال بعد آنے والی موت سے نہیں بچ سکتا۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ مومن کبھی بھی اپنی پچھلی قربانیوں کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ایمان کی زیادتی کے لئے

قربانیوں میں ترقی

کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک جان ایمان کی حالت میں خدا تعالیٰ کے سپرد نہ کر دی جائے اس سے پہلے کسی شخص کا مطمئن ہو جانا مردہ ہونے کی علامت ہے۔ گورنمنٹ ٹیکسوں کے ادا کرنے میں کبھی ہمارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ ہم نے پچھلے سال ٹیکس ادا کر دیا تھا اس سال ادا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ساری عمر ٹیکس ادا کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے معاملہ میں ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ کچھ عرصہ قربانی کر دی تو ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی۔

ہم پانچ وقتوں میں اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور دنیا کے سامنے آواز

بلند اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ

اللہ ہی سب سے بڑا ہے

لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ اصل کام تو ہم نے کیا نہیں۔ کیا واقعہ میں کوئی جگہ ایسی ہے یا کوئی مقام ایسا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کو اکبر سمجھا جاتا ہے۔ اس دنیا میں مجھے تو کوئی جگہ ایسی نظر نہیں آتی۔ کیا

ہمارے لئے شرم کی بات نہیں

کہ جب دنیا اللہ تعالیٰ سے بیگانہ ہے اور جب دنیا کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی آواز کی کوئی بھی وقعت نہیں رہی تو اس وقت ہم اپنے آرام کی فکر کریں اور اس اہم کام کی طرف توجہ نہ کریں جو ہمارے سامنے ہے ہم پانچ وقت دنیا کے سامنے ایک پروگرام پیش کرتے ہیں کہ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہم

اللہ تعالیٰ کی ذات

کو اپنے نفسوں کے مقابل میں اپنی حاجات کے مقابل میں۔ اپنی اولادوں کے مقابل میں۔ اپنے مالوں کے مقابل میں کیا نسبت قائم کرتے ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اپنی اولادوں پر ترجیح دیتے ہیں اپنے مالوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ تو ہم یقیناً خوش قسمت ہیں لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر اپنے مالوں پر اپنی اولادوں پر ترجیح نہیں دیتے تو

ہمارے جیسا بدقسمت

روئے زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا اور ہمیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوریوں کو دیکھ کر ⅓ حصہ سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ گویا ⅔ حصہ ہمارے لئے رکھا

اور ⅔ حصہ اپنے لئے رکھ لیتے ہیں جو اس حصہ کو بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہماری جماعت وہ ہے جو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہے اور ایک حد تک وہ اس دعوے کے مطابق عمل بھی کرتی ہے۔ لیکن ہماری جماعت میں سے بھی تھوڑے ہیں جو ⅓ کی قربانی کرتے ہیں۔ میرے نزدیک ایسے لوگ مشکل سے دس فی صدی ہوں گے باقی لوگوں میں سے کچھ حصہ ایسا ہے۔ جو ⅓ اور ⅔ کے درمیان چکر لگاتا رہتا ہے۔ اور کچھ حصہ ایسا ہے جو ⅓ کی بھی پوری طور پر قربانی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اپنا حصہ تھوڑا رکھا ہے لیکن اس تھوڑے سے کو بھی ادا کرنے میں بعض لوگ کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ پھر ⅓ والا حکم تو وصیت کے متعلق ہے۔ اپنی زندگی میں تو انسان

اپنی جائداد ساری کی ساری

بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں دے سکتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ نے کیا۔ مگر لوگ بجائے اس کے کہ ⅓ حصہ کو ½ حصہ یا ⅔ حصہ کی طرف لے جائیں ⅓ حصہ کی قربانی کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے اور اپنے اموال کو اپنے آرام و آسائش پر یا اپنی اولادوں یا دوسری اغراض و ضروریات پر خرچ کر دیتے ہیں اور

خدا تعالیٰ کے دین کیلئے

ان کے مالوں میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی جب ہماری جماعت میں سے بعض افراد کا یہ حال ہے جو دن رات اللہ تعالیٰ کے نام کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اپنے مالوں میں سے ⅓ حصہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں تو باقی لوگ جو اللہ تعالیٰ سے بالکل بے گانہ ہیں ان کے متعلق تم خود ہی قیاس کر لو کہ وہ کس قدر اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کرتے ہوں گے تو

اللہ اکبر کا نعرہ خالی پڑا ہے

اور وہ کام ہو ہم نے کرنا ہے بہت دور ہے۔ پہلے دنیا میں اللہ اکبر کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کیا جاتا ہے پھر اشہد ان محمد رسول اللہ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر حی علی الصلوٰۃ کا اعلان کیا جاتا ہے پھر حی علی الفلاح کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر اقامت پر قد قامت الصلوٰۃ کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اقامت الصلوٰۃ ہونے کے بعد دنیا

ایک نیا پروگرام

جاتی ہے۔ اور توحید کے حقیقی معنے سمجھی ہے۔ صرف تکبیر بیان کرنے میں اور کامل توحید میں بڑا فرق ہے۔ تکبیر سے صرف اللہ تعالےٰ کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ توحید کامل انسان کے تمام اعمال پر اثر انداز ہو کر اسے ادنےٰ مقام سے اعلےٰ مقام تک لے جاتی ہے اور اس کی تو توں میں ایک نئی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔

کامل توحید

نکل آگے گئی شاخیں ہیں لیکن جب تک دنیا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر قائم ہو جائے جب تک دنیا اشہد ان محمداً رسول اللہ پر قائم نہ ہو جائے جب تک حی علی الصلوٰۃ پر عمل نہ کیا جائے جب تک حی علی الفلاح اپنی پوری شان نہ دکھا دے جب تک اسلام کے سارے احکام کا پورے طور پر قیام نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اقامت صلوٰۃ نہیں ہو سکتی۔ جماعت کا فرض ہے کہ وہ اقامت صلوٰۃ کے لئے پورے طور پر کوشش کرے لیکن ہم تو ابھی تک

اللہ اکبر کا پروگرام

بھی پورا نہیں کر سکے۔ اگر ہم اسی جد و جہد پر ٹھہر جائیں تو ہماری مثال اسی شیر گودنے والے جیسی ہو گی کہ جب اسے دو چار سوئیاں چبھیں تو وہ کہتا اس عضو کو چھوڑ دو۔ آگے چلو۔ آخر گودنے والے نے سوئی رکھ دی اور کہا کہ اب تو شیر کا کچھ بھی باقی نہیں رہا ہماری جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسے ابھی

قربانیوں کے میدان میں

صرف سوئیاں چبھنے لگی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یہ تمہارے پاس کوئی جنتر منتر لے کر نہیں آیا کہ تمہیں بغیر کسی تکلیف کے کامیابی حاصل ہو جائے بلکہ تمہیں وہ ساری قربانیاں کرنی ہوں گی جو پہلی قوموں نے کیں۔ اور تمہارے لئے وہی راستہ مقرر ہے۔ جس پر پہلے انبیاء کی جماعتیں

تم سے پہلے چلیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض سے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کے سروں پر آرے رکھ کر ان کو چیر دیا گیا لیکن وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اور یہ

ادنےٰ بشاشت ایمان

ہے۔ جب ادنےٰ بشاشتِ ایمان یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنی جان تک بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔ تو اعلےٰ بشاشتِ ایمان کے متعلق اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا کیا قربانیاں کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ بہر حال ہمارے لئے ابھی ادنےٰ بشاشت ایمان والی قربانیاں کا کرنا ضروری ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جماعت ابھی اس قابل نہیں ہوئی۔ اس لئے ابھی جانی قربانی کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔

جس طرح بارش برستی ہے۔ اور بے تحاشا ہر طرف پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کوئی آدمی اس پانی کے بہنے پر تعجب نہیں کرتا۔ اور اسے کوئی انوکھی چیز نہیں سمجھتا۔ اسی طرح ہمیں اپنے مال اور جانیں بے دریغ اللہ تعالےٰ کی راہ میں بہانی پڑیں گی۔ اور

ہر وہ شخص

جو اس راستے پر چلنا نہیں چاہتا۔ اور کامیابی کو اس راستہ سے حاصل نہیں کرنا چاہتا نہیں۔ اسے بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ ہمارے لئے پہلی قوموں کی مثالیں موجود ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں بے دریغ

جان و مال کی قربانی

کی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قوم کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں بے دریغ قربانی کی کرشن اور زرتشت کی قوموں کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں بے دریغ قربانی کی ہمیں کوئی مثال ایسی نظر نہیں آتی کہ

بغیر جانی و مالی قربانی کے

کسی قوم کو کامیابی حاصل ہوئی ہو۔ ہماری جماعت کے سامنے ابھی جانی قربانی کا مطالبہ پیش نہیں کیا گیا۔ وہاں تحریک جدید میں وقف زندگی کا مطالبہ جماعت کے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا گیا اور یہ

پہلا قدم

ہے۔ جو جانی قربانی کی طرف لے جانے کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتداء میں چندے کے متعلق فرمایا کہ ہر احمدی کے لئے ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دے خواہ تین ماہ میں ایک دھیلہ ہی دے۔ آہستہ آہستہ یہ مطالبہ ترقی کرتے کرتے ۱/۳ حصہ تک پہنچ گیا۔ جو لوگ موصی نہیں ہیں اور اپنے اندر اخلاص رکھتے ہیں ان کے تمام قسم کے چندے اگر ملائے جائیں تو وہ ۱/۴ حصہ تک پہنچ جائیں گے اور جنہوں نے وصیت کی ہوتی ہے۔ اگر ان کے سارے چندے جمع کر لئے جائیں تو وہ ۱/۳ تک پہنچ جائیں گے۔ اور بعض کے ۱/۲ تک اور بعض انگلیوں پر گنے جانے والے ایسے بھی ہیں جن کے تمام قسم کے چندے جمع کئے جائیں۔ تو وہ ۱/۲ یا ۲/۳ تک پہنچ جائیں گے۔

یہ مالی قربانی

تین ماہ میں ایک دھیلہ سے شروع ہو کر موجودہ حالت پر پہونچ گئی ہے۔ کیونکہ انسان کو ایک قربانی کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے دوسری قربانی کی توفیق ملتی ہے اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کی موجودہ قربانیاں آئندہ قربانیوں کا راستہ کھولنے والی ہوں گی اور جس کے دل میں آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض پیدا نہ ہو۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی قربانیوں کو قبول کر لیا ہے۔ اور آئندہ قربانیوں کے لئے بھی اسے اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے گا لیکن جس شخص کے دل میں

آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض

پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو تھکا ہوا پاتا ہے۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی نیت کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور گناہ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس کی قربانیوں کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کی قربانیاں ضائع ہو گئی ہیں۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ اچھا بیج بویا جائے اور وہ اچھا پھل نہ لائے۔ اگر کسی شخص کو ان قربانیوں کے نتیجہ میں مزید چندے دینے اور خدا کی راہ میں مزید تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے۔ جو اس کی قربانی کے بیچ کو جس نے پھل دینا تھا کھا گیا ہے ایسے آدمی کو اللہ تعالےٰ کے حضور بہت استغفار کرنا چاہیئے اور بہت دعائیں کرنی چاہئیں تا اللہ تعالےٰ اسے معاف فرمائے اور اسے مزید قربانیوں کی توفیق عطا کرے۔

مالی لحاظ سے تو جماعت کئی سال سے قربانیاں کرتی آ رہی ہے مگر اعلےٰ معیار تک ابھی تک نہیں پہنچی۔ مگر

جانی قربانی کے لحاظ سے

ابھی ابتدا نہیں ہوئی۔ البتہ وقف زندگی کے مطالبہ کے ذریعہ بنیاد کا ایک نشان لگا دیا گیا ہے۔ جیسے بنیاد کھودتے وقت کسّی سے ٹک لگایا جاتا ہے پھر بنیاد کھودی جاتی ہے۔ جب بنیاد کی کھدائی ہو جاتی ہے تو اس پر دیواریں کھڑی کرتے ہیں۔ جب دیواریں بن جاتی ہیں تو ان دیواروں پر چھتیں ڈالی جاتی ہیں۔ اس کے بعد پلستر کیا جاتا ہے۔ دروازے اور کواڑ لگائے جاتے ہیں تب کہیں جا کر مکان تیار ہوتا ہے۔ جس مکان آہستہ آہستہ کچھ عرصہ لگنے کے بعد ہو کر تیار ہوتا ہے اسی طرح جان دینے کی عمارت کے تیار ہونے میں کچھ دیر باقی ہے۔ کوئی عمارت بھی ایک دن میں تیار نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگ جمع ہو کر آئیں اور وہ کہیں کہ اگر تم میں سے پانچ ہزار آدمی

اپنی گردنوں پر چھری پھیر لیں

تو ہم اسلام کو قبول کر لیں گے بلکہ یہ قربانیاں آہستہ آہستہ دینی پڑیں گی۔ پہلے ایک دو۔ پھر آٹھ دس۔ پھر پندرہ بیس۔ اسی طرح آہستہ آہستہ یہ تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ آخر وہ دن آ جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ

اپنے بندوں کو غلبہ

عطا کرتا ہے۔ اور کفر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور یہ کام ایک لمبے عرصہ میں جا کر ہوتا ہے۔ آج دنیا میں اللہ تعالےٰ کی حالت بالکل ایسی ہی ہے۔ جیسے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اپنے

ایک استاد کا خواب

سنایا کرتے تھے (گو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان سے پڑھتے تو نہیں تھے لیکن آپ ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے روحانی باتیں کرتے رہتے تھے اس لئے ان کو استاد ہی کہتے تھے) انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میں شہر سے باہر گیا ہوں اور ایک کوڑھی شخص جنگل میں باہر پڑا ہے۔ اس کا جسم نہایت گندا ہے۔ جسم پر مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ آنکھوں سے اندھا ہے اور دوسرے سب اعضا شل ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں اللہ میاں ہوں۔ یہ سن کر میرا جسم کانپ گیا۔ اور میں نے کہا تم اللہ میاں کیسے ہو۔ تمہارا تو اپنا برا حال ہے۔ تم خود کوڑھی ہو ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتے۔ آنکھوں سے تم اندھے ہو۔ ہمارا خدا تو وہ ہے۔ جو تمام عیوب سے پاک ہے۔ اس کوڑھی نے کہا

پھر محمود وہیں تو اس نے جواب دیا کہ میں

بھوپال والوں کا اللہ میاں ہوں

یعنی بھوپال والوں کے دلوں میں میرا تصور ایسا ہی ہے۔ اسی طرح آج اللہ تعالیٰ کی عظمت لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فقرہ اسی وقت بالکل صادق آتا ہے کہ اے خدا جس طرح تیری آسمان پر بادشاہت ہے۔ زمین پر بھی آوے اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر نہیں یا خدا تعالیٰ کا قانون قدرت آسمان پر تو چلتا ہے۔ لیکن زمین پر نہیں چلتا جس طرح خدا تعالیٰ کا قانون قدرت آسمان پر چلتا ہے۔ اسی طرح زمین پر بھی چلتا ہے دنیا میں دہریہ موجود ہیں لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے ماتحت چلتے ہیں۔ کوئی دہریہ نہیں کر سکتا کہ زبان کی بجائے ہاتھ سے چکھے یا ناک سے سونگھنے کی بجائے کسی اور عضو سے سونگھے تو

خدا تعالیٰ کا قانون قدرت

تو دنیا میں زمین پر ہے جیسا آسمان پر ہے اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر لوگوں کے دلوں میں ویسی ہی عظمت قائم ہو جائے جیسی آسمان پر ہے۔ یہ مقصد ہر وقت جماعت کے سامنے رہنا چاہیئے کہ ہم نے

خدا تعالیٰ کی بادشاہت

کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو تمام دنیا کے دلوں میں قائم کرنا ہے۔ اگر ساری دنیا نیک ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ لے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت قائم ہو گئی۔ اور ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ورنہ دو چار لاکھ جماعت کی دو ارب سے کیا نسبت ہے ایسی بھی تو نسبت نہیں جیسے آٹے میں نمک کی ہوتی ہے۔ ان کے اموال ان کی شان و شوکت اور ان کے رسوخ کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں۔ پس ہمارے دوستوں کو

اپنے اندر تبدیلی

پیدا کرنی چاہیئے۔ اور آئندہ مزید مالی اور جانی قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا رحم اور فضل نازل فرمائے۔ ہماری دماغی طاقتوں میں ترقی دے ہماری عقلوں کو تیز کرے اور ہماری عملی حالت درست کرے تا ہم اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں جو ہمارے سامنے ہے۔ آمین اللّٰھم آمین (بدار الفضل ۱۹ ۶۲)

متحدہ ہندوستان میں مسیحیت اور اس کا دفاع

(۲)

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

یہ میرے اس مضمون کی دوسری قسط ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس میں مسیحی پادریوں کی شکست کے اسباب کا سراغ لگانے سے پہلے مسلم علماء کی مدافعانہ جدوجہد پر ذرا اور روشنی ڈالوں

قدامت پرست اور آزاد خیال علماء

ابھی تک جو اسلامی مفکر مسیحیت کے مقابل اسلام کی طرف سے دفاع میں حصہ لے رہے تھے انہیں ہم دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک تو قدامت پرست علماء کا طبقہ تھا۔ یہ پرانے نکتۂ خیال کے بزرگ تھے منجملہ اور باتوں کے حیات مسیح اور دجال کے نزول بجسد عنصری پر ایمان رکھتے تھے۔

دوسرا گروہ آزاد خیال علماء کا تھا یہ تقلید کے مخالف تھے اور اسلامی مسائل پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے۔

عموماً مسلمانوں اور مسیحیوں کی مناظرانہ گفتگو میں جو باتیں زیر بحث آیا کرتی تھیں وہ یہ تھیں۔ قرآن کریم اور اس کے متعلقات جیسے اس کا منزل من اللہ ہونا۔ مسئلہ جہاد۔ مسئلہ غلامی۔ مسئلہ ازدواج اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اسی طرح مسلمان مسیحیت پر جرح کرتے ہوئے الوہیت مسیح۔ تثلیث۔ کفارہ۔ عہد نامہ قدیم و جدید کی الہامی حیثیت اور جناب یسوع مسیح کی سیرت زیر بحث لایا کرتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ ان تمام مسائل میں ایک مسلمان عالم کے لئے اسلام کی طرف سے دفاع کرنا چنداں مشکل نہیں۔ قرآن مجید اور اسوۂ مقدسہ میں ان تمام سوالوں کا جواب موجود ہے یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مسیحی پادریوں نے ان عنوانوں پر علمائے اسلام سے مناظرے کئے ہمیشہ شکست کھائی اور ذلت و رسوائی اٹھائی۔

اکبر آباد آگرہ کا مناظرہ

مولوی رحمت اللہ کیرانوی کا وہ تاریخی مناظرہ جو اکبر آباد آگرہ میں پادری فنڈر سے ہوا۔ اور جس میں یہ نامی گرامی پادری ایسا ذلیل ہوا کہ تاریخ مناظرہ کے دوران ہی راتوں رات چھپتا چھپاتا آگرہ سے فرانس کے لئے روانہ ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس مجلس مناظرہ میں مولوی رحمت اللہ صاحب نے بائیبل و انجیل کی الہامی حیثیت پر بحث کی تھی اور اپنی عالمانہ تقریر سے سامعین پر ثابت کر دیا کہ عہد نامہ قدیم و جدید دونوں محرف ہیں۔ اس تحریف پر انہوں نے اتنی شہادتیں دیں کہ پادری فنڈر حیران و پشیمان ہو گیا۔ اور سامعین بھی آئینہ حیرت بنے اُن کی تقریر سنتے رہے۔ پادری فنڈر جب مجلس کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر فرار ہو گیا اور دوسرے دن میدان مناظرہ میں نہیں آیا تو تمام ججوں نے جن میں ہندو مسلمان اور عیسائی سبھی تھے متفقہ طور پادری صاحب کی شکست کا اعلان کر دیا۔

متحدہ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایک کھلے میدان میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اور مسیحی مناظر کو جو الٰہیات کا عالم اور دیگر مذاہب کا ماہر سمجھا جاتا تھا ایسی شرمناک ذلت ہوئی۔

دربار اکبری کے مناظرے

۱۸۵۳ء کی بات ہے یعنی ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے چار سال قبل مسیحی پادریوں کو اب تک ہندوستان میں اسلام پر اعتراضات کرتے ساڑھے تین سو سال گزر چکے تھے۔ لیکن ابھی تک مسلمانوں نے کوئی خاص دار و گیر نہیں کی تھی۔ اکبری عبادت خانے میں بار بار مناظرے ہوتے تھے۔ اور وہاں اسلام کی طرف بڑے بڑے فضلاء دفاع کیا کرتے تھے۔ جیسے شیخ قطب الدین جالندھری۔ مولانا عبد اللہ۔ سعد اللہ خاں۔ لیکن ان مناظروں کی حیثیت درباری مجلس کی تھی۔ ان میں شہر کے عوام شریک نہیں ہو سکتے تھے۔

دانشمند خاں

اکبری عبادت خانے میں ناکامی کے بعد مسیحیوں نے تبلیغی جدوجہد سے کنارہ کشی نہیں کی یہ جہانگیر اور شاہجہان کے دربار میں بھی آتے جاتے تھے۔ اس زمانے کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسلمان ان کے زیر اثر بھی تھے۔ دانشمند خاں جو جہانگیر و شاہجہان دونوں کے عہد میں بڑے بڑے عہدوں پر رہ چکا تھا۔ اس کے متعلق صاحب مآثر الامراء کا بیان ہے کہ وہ مسیحیوں کے زیر اثر تھا۔ اس نے یہ قول نقل کیا ہے

گویند خان مذکور در انجام عمر
بعلم اہل فرنگ مائل گردید۔ و اکثرے
از احکام تحریفات آں جماعت
تکرار می نمود۔

کہتے ہیں کہ دانشمند خاں آخری عمر میں فرنگی علم کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اکثر احکام تحریفات کا تکرار کیا تھا۔

ایک مرتبہ شاہجہان نے ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اور دانشمند خاں کا مناظرہ بھی کرایا تھا۔

مسیحی گرجا گھر

ان دنوں مسیحیوں کا زیادہ زور بندرگاہوں میں تھا۔ جہاں ان کی تجارتی کوٹھیاں ہوتی تھیں خافی خاں نے ان کے ایک چرچ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیحیوں کا چرچ ہندو مندروں کے خلاف بہت صاف ستھرا اور اسباب زینت سے بھرا ہوتا ہے۔ ان کا ایک فرقہ (کیتھولک) چرچ میں یسوع مسیح اور ان کی والدہ کے بت بھی رکھتا ہے جو لکڑی کے بنے ہوتے ہیں اور دیدہ زیب رنگوں سے رنگے۔ لیکن دوسرے فرقے کے چرچ میں کوئی بت نہیں ہوتا۔ یہ معلوم ہے کہ ہندوستان میں مسیحی ایک بیوپاری کی حیثیت سے آئے تھے۔ اس لئے ان کو بازاروں میں بیٹھنے اور مسلمانوں سے میل جول کرنے کا ہمیشہ موقعہ ملتا رہتا تھا۔ ہندوستان کی قدیم تہذیب میں ان بازاروں اور میلوں کا بڑا دخل رہا ہے۔ جو ہر علاقے میں ہفتہ وار ماہوار اور سالانہ لگا کرتے تھے۔ یہ بیوپاری تو تھے ہی ان بازاروں اور میلوں میں جاتے اور ہندوستان کے دیہی باشندوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرتے۔

نیل کی تجارت

پھر جس طرح ان مغربی قوموں نے یہاں نیل کی کاشت شروع کی تھی۔ اور جگہ جگہ رنگ کی فیکٹریاں قائم کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دیہی و شہری معیشت پر ان کا قبضہ ہو گیا اور یہ اپنے پادریوں کے سہارے اس سے مذہبی منفعت بھی حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے نصف تک تو ہندوستان کی سیاسی فضا بھی ان کے لئے سازگار ہو گئی۔ اور اب ان کی ہمت اتنی بڑھ گئی کہ وہ دینی درسگاہوں، مسجدوں اور مسلم محلوں میں گھس گھس کر مسیحیت کا وعظ کرنے لگے۔ مسیحی عورتیں سلائی کشیدہ کاری اور دوسرے بہانوں سے مسلمان گھروں میں آتی جاتیں اور مسیحیت کیلئے ان کا فہم و شعور ہموار کرتیں۔ خود یہ پادری فنڈر انہیں میں سے تھا۔ یہ اگرچہ جرمن تھا مگر در حقیقت اعتبار سے ایسا تھا کہ جب اپنے وطن

غزانس سے ہندوستان آتا تو گورنروں کے بنگلے پر قیام کرتا۔ مگر روزانہ وعظ کہنے کے لئے جامع مسجد دہلی کے سامنے آجاتا۔ اور اسلام و پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پر بڑھ بڑھ کے اعتراضات کرتا۔ جب اس کی بد زبانی مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی۔ تو نواب وزیر خاں نے اپنے دوست مولوی رحمت اللہ صاحب کو اسلام کی طرف سے دفاع کرنے پر تیار کیا۔ اس مجلس مناظرہ میں مولوی رحمت اللہ صاحب نواب وزیر خاں نے بھی ایک نہایت ٹھوس و مدلل تقریر کی جس سے پادری صاحب کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور آج اس کو معلوم ہوا کہ کسی گھر پر آگ لگانے سے پہلے اپنے گھر کی آگ بجھانی چاہیئے۔

میں نے اس مسئلے پر ذرا وضاحت سے روشنی ڈالی تا یہ معلوم ہو کہ عام مسائل میں مسیحیت کے مقابل پر اسلام کی طرف سے دفاع کرنا دشوار نہیں۔ شیعہ سنی مقلد و غیر مقلد سبھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ اسلامیات سے واقف ہے۔ تو بہت دلنشین۔ موثر اور فاتحانہ انداز میں اسلام کی برتری ثابت کر سکتا ہے۔

عقیدۂ حیاتِ مسیح

لیکن افسوس کہ اس مناظرانہ خدمت میں اور ایک مسئلہ زیر بحث آیا کرتا تھا ایسا مسئلہ جو مسلمانوں کی عزت نفس۔ مذہبی دفاع اور دین و ایمان کا مسئلہ ہے یعنی جناب یسوع مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ سوال کہ ان دونوں میں افضل کون ہیں؟ جب کبھی کہ مسلمان علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری پیش کرتے یسوع مسیح پر آپ کی فضیلت ثابت کرتے تو [illegible] آن پڑتی جب یہ مقابلہ قرآن کریم سے ہوتا اور مسیحی پادریوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر قرآن پاک کی آیات پیش کرو۔ وہ علماء اسلام جو حیات مسیح اور ان کے نزول بجسدِ عنصری پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے یہ گھڑی بہت کٹھن ہوتی۔ اور وہ اس کا کوئی معقول جواب دینے کی بجائے فرار کی راہیں ڈھونڈھنے لگتے۔ مسیحیوں کے سوال اور علماء اسلام کے جواب کی نوعیت کیا تھی۔ اس پر ذیل کے واقعہ سے روشنی پڑتی ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا جواب

جن دنوں دہلی کی مسندِ ولی اللّٰہی پر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے۔ اور جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک پادری نے آکر ان سے یہ سوال کیا کہ آپ کے عقیدے کے مطابق یسوع مسیح آسمان پر زندہ ہیں اور محمدؐ صاحب تہ خاک دفنا دیئے گئے ہیں۔ پھر ان دونوں میں افضل کون ہوا۔ آسمان پر زندہ رہنے والا۔ یا زیر خاک موت کی نیند سونے والا۔ جس کے جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ نے بلبلے اور موتی کا مقابلہ کر کے دکھایا۔ یعنی یسوع مسیح کو بلبلے سے تشبیہ دی جو سطح آب پر رہتا ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو موتی سے جو دریا کے نیچے ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے ان مصرعوں میں یہی جواب قلمبند کیا ہے۔

کہ ایں بہ زیر زمیں دفن رفت و آں بسماء
بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سرِ دریا گہر تہ دریا است

کہلانے کو تو یہ جواب کہلاتا ہے مگر سچ یہ ہے کہ یہ فرار کا ایک راستہ ہے جو وقتی طور پر دریافت کر لیا گیا۔ اس جواب کا تقاضا یہ ہے کہ مرادنے کو اعلیٰ سے اونچی جگہ پر ہونا چاہیئے حالانکہ یہ کوئی قاعدہ نہیں۔

مسیحیوں کی دلائل

مسیحی پادری یہ سوال قرآن کریم اور علماء اسلام کے مسلمات کی روشنی میں کس طرح پیش کیا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ ایک مختصر سے کتابچے کے مطالعہ سے ہوگا۔ کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا کی طرف سے "حقائق القرآن" نام کا ایک چھوٹا سا کتابچہ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں مسیحیوں نے قرآن کریم کی روشنی میں جناب یسوع مسیح اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا ہے۔ چودہ دلائل پیش کی ہیں۔ اور ہر دلیل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یسوع مسیح کی فضیلت ثابت کی ہے۔

اس کتابچے کا مطالعہ اس موضوع کی اہمیت سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ میں اس کی پانچویں چھٹی اور تیرھویں دلیل درج کرتا ہوں:۔

دلیل ۵ از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کو دشمنوں نے پکڑنا چاہا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور لے کے بجسدِ عنصری آسمان پر لے گئے۔ اور اس طرح اسے خدا نے کفار ناہنجار سے محفوظ رکھا لیکن جب مکہ میں دشمنوں نے محمد صاحب کا محاصرہ کیا تو نہ کوئی فرشتہ ان کو بچانے اترا نہ وہ آسمان پر پہنچائے گئے۔ وہ عام لوگوں کی طرح چل کر دشت پُر خار سے گذرتے ہوئے دشمنوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر ایک تیرہ و تار غار میں چھپے۔ پھر وہاں سے بھاگ کر مدینہ میں انصار کی پناہ میں داخل ہوئے کیا یہ زمین و آسمان کا فرق نہیں؟

دلیل ۶۔ مسیح کا آج تک آسمان پر رہنا اور باوجود حوائج بشری کے جسم بشری سے منفک ہونا۔ یعنی خورد و نوش سے فارغ ہونا اور باوجود بشریت الآن کما کان کا مصداق بنے رہنا مسلمات اسلام سے ہے۔ برخلاف اس کے دیگر تمام بنی آدم کی نسبت قرآن کریم میں مرقوم ہے کہ

فیہا تحیون وفیہا تموتون (الاعراف)

الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا (مرسلت)

یعنی بنی آدم کے واسطے قانون الٰہی یہ ہے کہ ان کا پیدا ہونا مرنا۔ جینا اور حشر نشر سب کچھ زمین پر ہی ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بشر زمین پر رہ سکتا ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا نبی۔ اگر کوئی شخص بشر ہو کر بھی آسمان پر رہ سکے تو ماننا پڑے گا کہ وہ تمام بنی آدم سے نرالی بشریت رکھتا ہے۔

دلیل ۱۳۔ پھر یہ امر بھی مسلمات اسلام سے ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے والا اور کفر و بے دینی پھیلانے والا دجال ظاہر ہوگا۔ اور اسے شکست و نابود کرنے اور بگڑی ہوئی امت کو راہ راست پر لانے اور دین حق قائم کرنے کے لئے مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ اور تمام اہل کتاب اس پر ایمان لائینگے جیسا کہ قرآن میں مرقوم ہے۔

ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (نساء ع ۲۲) یعنی اہل کتاب میں سے ہر ایک اس پر ایمان لائیگا۔

پس اگر محمد صاحب نبی آخر الزماں اور خاتم النبیین ہے تو آخری فتنے کو فرو کرنے کے لئے ان کو قبر سے اٹھا کر بھیجنا کیوں نہ مقرر ہوا؟ آخر کار یہ تمام بے دینی اور خرابی کو دور کر کے دین حق قائم کرنا کیوں "مسیح موعود" ہی کا حصہ ٹھہرا۔ اس بزرگی اور شرف کو کیوں اسی سے منسوب کیا کہ آخر کار قرب قیامت کے موقع پر وہی سب کا ہادی ہو۔ اور سب لوگ اس پر ایمان لائیں۔

پس جبکہ اول بھی مسیح اور آخر بھی مسیح ہی مومنین کا ہادی و پیشوا ٹھہرا اور محمد صاحب بیچ ہی تھوڑے سے عرصہ کے لئے آکر چلے گئے۔ اور پھر خاک سے سر نہ اٹھا سکے تو ایسا شخص کون ہوگا جو اگر دیدہ و دانستہ اپنی آنکھ بند کر لے اور حق سے عداوت نہ رکھے تو مسیح کو محمد صاحب سے ہزار درجہ افضل و برتر تسلیم نہ کرے (حقائق القرآن)

یہ حوالے دیکھ کر بادلِ ناخواستہ کہنا پڑتا ہے کہ

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ان مسلمات کی روشنی میں مسیحیوں سے مناظرہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اگر عیسائیت کے احکام و تعلیمات پر اسلام کے ہزار درجے فضائل ثابت ہو جائیں۔ مگر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم یسوع مسیح سے افضل ثابت نہ ہوں بلکہ ان کی بعثت کی ضرورت بھی معلوم نہ ہو سکے تو ایسی برتری سے نہ عیسائیت کو شکست ہو سکتی تھی۔ اور نہ مسلمان ایسی فضیلت پر راضی ہو سکتے تھے ہمیں ان بزرگوں کے علم و فضل سے انکار نہیں یہ معقولات و منقولات میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ اور عوام کے نزدیک زہد و اتقا میں بھی مشہور تھے مگر

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

عقیدۂ حیات مسیح علیہ السلام وہ اور زہرناک عقیدہ ہے کہ اس کا قائل کبھی منطقی طور پر مسیحیت کے مقابل اسلام کی طرف سے دفاع کر ہی نہیں سکتا۔ پھر بھی یہ علماء کرام اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے پر پختہ یقین رکھتے تھے۔ اسی لئے مسیحی مناظروں کی تقریر و تحریر سے وہ مضطرب ہو جاتے۔ اور میدان مناظرہ میں اسلام کی طرف سے دفاع کرنے نکل پڑتے۔

مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی کے بعد ۱۸۷۶ء میں مولینا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے بھی شاہجہانپور کے جلسہ خدا شناسی میں مسیحیت کو ایک شکست فاش دی۔ مگر ان کا موضوع تھا "ابطال تثلیث"۔ اور میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر ایک تعلیم یافتہ انسان کے لئے گفتگو کرنا مشکل ہو۔

(باقی آئندہ)

رانچی میں ایک مناظرہ اور اس کی دلچسپ روئداد

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فاضل مبلغ مقیم مظفر پور بہار

۳۰ مئی کو مکرم و محترم الحاج سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ رانچی کے بنگلہ پر جماعت کا ایک جلسہ منعقد ہو رہا تھا جس میں الحاج مولانا محمد سلیم صاحب فاضل سابق مبلغ بلاد عربیہ کی ایک اہم تقریر ہونے والی تھی۔ ابھی تلاوت قرآن کریم اور نظم ہو رہی تھی کہ مدرسہ حسینیہ رانچی کے بعض غیر احمدی علماء کتابوں کے بڑے بڑے گٹھڑ اٹھائے ہوئے اپنے لاؤڈ سپیکر کے ساتھ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے اور جلسہ کی کارروائی سننے کی بجائے مشروط مناظرہ طے کرنے کا اظہار کیا۔ مولانا محمد سلیم صاحب نے فرمایا کہ ہمیں تو مناظرہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ہم نہیں جانتے ہیں کہ اکرام صاحب وغیرہ آپ سے کیا بات طے کر کے آئے ہیں لیکن آپ ہمارے مہمان ہیں ہم آپ کی خواہش کو ملحوظ رکھیں گے۔ آپ میں سے صرف ایک آدمی بولے تاکہ گفتگو اطمینان بخش ہو سکے۔ مولانا برکت اللہ صاحب غیر احمدی مناظر نے کہا کہ موضوع "ختم نبوت" طے پا چکا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث دوران مناظرہ میں پیش کی جائیں گی۔ اور پہلی تقریر آپ کی ہوگی اور دوسری ہماری۔ اس کے بعد سامعین خود فیصلہ کریں گے کہ تقریر سنیں یا چلے جائیں۔ نیز فیصلہ سنانے کے لئے ایک صدر و حکم بھی منتخب کرنا ہوگا۔

الحاج محترم مولانا محمد سلیم صاحب نے فرمایا کہ موضوع "ختم نبوت" ہمیں منظور ہے۔ اور قرآن کریم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہر قسم کے نقص اور غلطی سے پاک ہے۔ لیکن حدیث کو یہ حیثیت حاصل نہیں۔ حدیث ظنی فائدہ دیتی ہیں۔ ان میں کچھ مرسل منقطع و غریب حسن اور ضعیف وغیرہ ہیں۔ لیکن قرآن کریم کی آیات میں سے کوئی آیت بھی روایت و درایت کے اعتبار سے کمزور نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ لہٰذا ہر وہ حدیث جو قرآن کریم کے مخالف ہوگی اسے رد کیا جائے گا۔ وہ احادیث اور اقوال بزرگان سلف قبول کئے جائیں گے۔ جو قرآن کریم کی تائید میں ہیں۔ پس حدیث کو قرآن کریم کے ہم مرتبہ قرار نہیں دیا جا سکتا، بلکہ قرآن کریم حدیث کے پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

اب رہا تقاریر کا سوال۔ سو ہمیں کوئی اطلاع نہ تھی کہ آپ لوگ مناظرہ کی غرض سے آ رہے ہیں۔ اس لئے ایک صورت تو یہ ہے کہ دنیا کا دستور ہے کہ مقرر تقریر کرتا ہے حاضرین میں سے بعض لوگ سوالات کرتے ہیں بعدہٗ مقرر ان سوالات کے جوابات دیتا ہے اور مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اس صورت کو پسند کریں تو افہام و تفہیم کا یہ طریق بھی ہمیں منظور ہے۔ غیر احمدی مناظر نے اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ تب مولانا نے فرمایا کہ دنیا کا یہ بھی دستور ہے کہ جو شخص مقدمہ کا افتتاح کرتا ہے وہ اختتام بھی کرتا ہے۔ آپ عدالتوں میں جا کر اس کی تصحیح کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پہلی تقریر جب میری ہوگی تو آخری بھی میری ہوگی۔ فیصلہ کرنے کے لئے کسی حکم یا صدر کے انتخاب کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس میں یا تو آپ کے ہم عقیدہ لوگ ہیں یا ہمارے ہم عقیدہ اس لئے ان میں سے کسی کو صدر اور حکم نہیں بنایا جا سکتا۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم عربی دان مل جائے اور وہ قرآن و حدیث کا ماہر بھی ہو تو اسے حکم بھی بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ ہماری باتوں کو سمجھ کر فیصلہ کر سکے تاکہ اس کے عقیدہ کا اثر اس کی رائے پر نہ پڑے۔

غیر احمدی مناظر حکم اور قرآن و حدیث اور اقوال بزرگان سلف کے جواب کے سامنے تو خاموش ہو گئے، لیکن احمدی مناظر کی پہلی اور آخری تقریر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تب حضرت مولانا نے غیر احمدی مناظر کو فرمایا کہ پھر پہلی تقریر بھی آپ کریں۔ اور آخری تقریر بھی آپ کریں کیونکہ مناظرہ میں بھی پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوتی ہے اور یہ ایک اصولی چیز ہے جسے میں پیش کر رہا ہوں۔

غیر احمدی مناظر نے اس سے بھی انکار کر دیا وہ اس بات پر مصر تھے کہ پہلی تقریر احمدی مناظر کی ہو اور آخری بالضرور غیر احمدی مناظر کی۔ تب محترم مولانا محمد سلیم صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ یہ امر اصولی طور پر درست نہیں لیکن محض اس لئے کہ آپ لوگ خالی نہ جائیں ہم اسے بھی قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا پہلے آدھ آدھ گھنٹہ کی تقاریر ہوں گی۔ پھر بیس بیس منٹ کی، پھر پندرہ پندرہ منٹ کی اور آخر میں دس دس منٹ کی، اور پہلی تقریر احمدی مناظر کی ہوگی۔ اور علی الترتیب آخری تقریر غیر احمدی مناظر کی ہوگی۔

مناظرہ محترم پروفیسر شاہ عزیز احمد کی زیر صدارت شروع ہو گیا۔ خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت مولانا الحاج محمد سلیم صاحب نے دوران مناظرہ میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے۔

۱۔ اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس۔
(حج آخری رکوع)

یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسولوں کو چنتا ہے اور چنے گا "یصطفی" مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے۔ نیز "رسل" جمع کا صیغہ ہے لہٰذا اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (واحد) نہیں ہو سکتے۔ جبکہ اس آیت کے نزول سے قبل ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "اصطفے" ہو چکا تھا۔ پھر اس آیت کے سیاق و سباق میں کسی واقعہ ماضی کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ موجودہ مخالفین سے ہی خطاب کیا گیا ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے۔ جبکہ فرشتوں کی آمد کا سلسلہ بھی جاری ہے چنانچہ عزرائیل فرشتہ تو روزانہ جانیں نکالنے کے لئے آتا رہتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر وہ اب ہیں یہاں تک کہ پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے گا۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دے گا و لکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فآمنوا باللّٰہ و رسلہ و ان تؤمنوا و تتقوا فلکم اجر عظیم۔ یعنی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا۔ پس اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔ اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تم کو بہت بڑا اجر ملے گا۔

ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو یہ تمیز نزول آیت سے قبل ہو چکی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے بتاتا ہے کہ اے مسلمانو! تم میں پھر پاک اور ناپاک میں تمیز کرنے کے سامان پیدا ہوں گے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو بھیجے گا۔ پس اس آیت سے بھی صریح امکان نبوت ثابت ہے۔

۳۔ و من یطع اللّٰہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین۔
(النساء ع ۹)

اس آیت کریمہ میں نبوت سے لے کر صالحیت کے چاروں انعامات کو آئندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے وابستہ کر دیا ہے۔ فریق مخالف خود بھی صدیق، شہید اور صالح ان انعامات کا امت محمدیہ میں تسلیم کرتا ہے۔ لہٰذا نبوت کا انعام بھی امت محمدیہ میں مل سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی اس آیت میں انعام نبوت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

۴۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ و اصلح فلا خوف علیہم و لا ہم یحزنون (اعراف ع ۴)

اس آیت کریمہ میں اولاد آدم کو خطاب کیا گیا ہے کہ ضرور تمہارے پاس رسول آئیں گے جو تمہیں میں سے ہوں گے وہ تم پر میری آیتیں پڑھیں گے پس جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کر لی اسے کوئی ڈر اور غم نہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں بھی واضح رنگ میں بتا دیا گیا ہے کہ اولاد آدم میں سے رسول آتے رہیں گے اس میں کوئی استثنا نہیں ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہم سب لوگ اولاد آدم ہیں۔

۵۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم (فاتحہ)

اس آیت کریمہ میں مسلمان پانچوں وقت اللہ تعالیٰ سے وہ نعمتیں طلب کرتے ہیں جو پہلے لوگوں پر

نازل ہوئیں۔ وہ نعمتیں کیا تھیں؟ قرآن مجید میں ہے یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (مائدہ ع ۴)
گویا حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم کو نبوت و حکومت کی نعمتیں ملیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود ہی صراط الذین انعمت علیہم کی دعا سکھلائی ہے اور خود ہی نبوت کو نعمت قرار دیتا ہے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ اس دعا کی قبولیت کا فیصلہ فرما چکا ہے۔

۶۔ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً (مومنون ع ۳)
یہ جملہ اسمیہ ہے کہ جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لفظ "رسل" بصیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اکیلے رسول تھے۔ پس حضورؐ کے بعد بھی رسول آئیں گے ورنہ کیا خدا تعالےٰ وفات یافتہ رسولوں کو حکم دے رہا ہے کہ اُٹھو اور پاک کھانے کھاؤ اور نیک عمل کرو؟

۷۔ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا۔
یعنی تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے شادی کرو۔
اب اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت بند ہو گیا تو اس آیت کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اب اگر اس آیت کو قرآن کریم سے نکال دیا جائے تو کونسا نقص لازم آتا ہے؟ اور اس کے قرآن کریم میں موجود رہنے سے کونسا فائدہ پہنچتا ہے لیکن چونکہ قرآن کریم کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لئے ہے ماننا پڑے گا کہ نبوت کا سلسلہ بھی قیامت تک جاری رہے گا۔ اور اگر غیر احمدی مناظر اس آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں تو وہ ایک مرتبہ اس آیت کو منسوخ کہہ کر دیکھیں پھر دیکھئے کہ میں ان کی کیسے خبر لیتا [illegible]
چنانچہ غیر احمدی مناظر نے نہ تو اس آیت کو چھوا اور نہ ہی اسے منسوخ قرار دیا۔

۸۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد بھی گمراہ، مسرف اور مرتاب لوگوں نے یہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ "لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً" کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد ہرگز اللہ تعالےٰ کسی رسول کو مبعوث نہیں کرے گا۔ گویا اللہ تعالےٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو گمراہ۔ مرتاب اور مسرف قرار دیا ہے۔

۹۔ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے آیت میثاق بھی پیش کی اور فرمایا کہ قرآن کریم میں میثاق کا لفظ صرف دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ آل عمران میں اور احزاب میں۔ کہ انبیاء سے یہ عہد لیا گیا کہ تمہارے پاس میرا رسول آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ گویا انبیاء کے توسط سے ان کی جماعتیں اور امتیں اس عہد کی مکلف ہوتی تھیں اور یہ عہد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا گیا۔ اگر نبوت بند تھی تو آپؐ سے یہ عہد لینے کی کیا ضرورت تھی۔

۱۰۔ درود شریف میں وہی نعمتیں اور برکتیں امت محمدیہ کے لئے مانگی جاتی ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ اور آپ کی آل پر نازل ہوئیں ان میں سے نبوت کی نعمت کو مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ جس طرح آل ابراہیمؑ میں دوسری نعمتوں کے ساتھ نبوت کی نعمت بھی جاری تھی۔ اسی طرح آل محمدؐ میں بھی یہ نعمت جاری ہے اگر نبوت بند ہو چکی ہوتی تو درود شریف کے آخر میں "الا النبوۃ" کے الفاظ کا اضافہ ہونا چاہیئے تھا یعنی اے اللہ نبوت کی نعمت کے سوا باقی نعمتیں ہمیں عطا فرما۔ پس نعمت نبوت کا دروازہ امت محمدیہ کے لئے مسدود نہیں ہے۔

۱۱۔ غیر احمدی علماء حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں۔ حالانکہ وہ نبی اور رسول ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تھا تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیسے آئیں گے؟

۱۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کی وفات پہ فرمایا "لو عاش لکان صدیقا نبیا" یعنی اگر زندہ رہتا تو خدا کا سچا نبی ہوتا۔ اگر نبوت بند تھی تو حضور کو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تو ہرگز خدا کا نبی نہ بنتا۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ نبی آسکتا ہے۔

۱۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں "قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ"۔ پس خاتم النبیین کے یہ معنے کرنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ حضرت عائشہ رضہ کے اس قول کے صریحاً خلاف ہیں۔

۱۴۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند "تحذیر الناس" میں "خاتم النبیین" کے معنے سب میں آخری نبی ہونا عوام یعنی عوام کالانعام جہلاء اور بیوقوفوں کا عقیدہ بتاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بعد زمانہ نبوی بھی کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا۔

حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے بارہ کے قریب بزرگان سلف کے حوالے بھی اپنی تائید میں پیش کئے جن میں سے کسی ایک کو بھی غیر احمدی مناظر نے چھوا تک نہیں حقیقت یہ ہے کہ غیر احمدی مناظر کی بے بسی قابل ملاحظہ تھی۔

غیر احمدی مناظر نے یا بنی آدم والی آیت کے متعلق فرمایا کہ امت محمدیہ سے اس آیت کا تعلق نہیں ہے بلکہ یہ عالم ارواح کا سوال و جواب ہے مسلمانوں کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب نے جواب دیا کہ اول تو مسلمان بھی اولاد آدم ہیں۔ دوم سیاق کلام بتاتا ہے کہ اس آیت کے مخاطب بالخصوص مسلمان ہیں۔ کیونکہ اس سے قبل مسلمانوں کو شرک سے مجتنب رہنے اور صاف ستھرے ہو کر مساجد میں جانے اور بے حیائی اور ظاہری باطنی گناہ اور بغاوت سے بچنے کا حکم ہے۔ کیا یہ سب احکام امت محمدیہ کے لئے نہیں ہیں؟ بلکہ ان بنی آدم کو اس کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جو وفات پا چکے تھے؟ یا للعجب۔

غیر احمدی مناظر نے آیت "خاتم النبیین" سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا استدلال کیا۔ حضرت مولانا نے جواباً فرمایا کہ لفظ خاتم جب جمع کے صیغہ کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنے ہمیشہ بعد میں آنے والوں سے افضل کے ہوتے ہیں۔ جیسے خاتم الشعراء، خاتم المحدثین، خاتم المفسرین، خاتم المجتہدین کے محاورے زبان زد خلائق ہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین قرار دیا حالانکہ اب کوئی مہاجر بھی نہیں بن سکتا؟ اور فرمایا کہ انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء یعنی میں ایسا ہی خاتم الانبیاء ہوں جیسے اے علی تو خاتم الاولیاء ہے کیا حضرت علی رض کے بعد ولایت کا درجہ بھی مفقود ہے؟

غیر احمدی مناظر نے یہ بھی کہا کہ اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا نہ ظلی نہ بروزی نہ رحمانی نہ شیطانی حضرت مولانا نے جواباً فرمایا کہ مخالف نے گویا ہمیں چڑانے کے لئے "شیطانی" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے حالانکہ انہیں اس کے بعد یہ بھی کہنا چاہیئے کہ نہ نیا نہ پرانا مخالف اس لئے ایسا نہیں کہتا کہ وہ ایک پرانے نبی کی آمد کا خود بھی قائل ہے۔

غیر احمدی مناظر نے کہا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی آمد ثانی میں نبی نہیں ہوں گے۔ بلکہ محض امتی ہوں گے۔ حضرت مولانا نے جواباً فرمایا کہ اہل سنت کی معتبر کتاب "مسلم الثبوت" میں لکھا ہے کہ
"من قال بسلب نبوتہ فقد کفر حقاً"
یعنی جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نزول کے وقت نبی نہ ہوں گے وہ پکا کافر ہے۔ اب غیر احمدی مناظر جو راستہ چاہیں اختیار کرلیں یا تو خود اپنے ہی عقائد کی رو سے پکے کافر بن جائیں۔ اور یا اجرائے نبوت کے قائل ہو کر جماعت احمدیہ کے ہمنوا بن جائیں۔

غیر احمدی مناظر نے من یطع اللہ والی آیت کے جواب میں کہا کہ یہ درجے صرف جنت میں ملیں گے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس آیت میں جنت کا لفظ نہیں ہے بلکہ اطاعت کا لفظ ہے جس کا دار العمل سے تعلق ہے۔ نیز یہ تشریح محاورہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ صدیق شہید، صالح تو امت محمدیہ میں موجود ہیں۔ لہذا امت محمدیہ میں نبوت کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ آیت زیر بحث میں "النبیین" کا لفظ بھی موجود ہے۔ باقی رہا "مع" کے لفظ کے استعمال کا سوال؟ سو قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو لوگ توبہ کرتے اور اپنی اصلاح کر لیتے اور تقوی اختیار کرتے ہیں یہی لوگ "مع المؤمنین" ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ صرف مومنوں کے ساتھ نہیں ہوتے بلکہ وہ خود بھی مومن ہوتے ہیں۔

غیر احمدی مناظر نے انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر المساجد کی حدیث کو بھی پیش کیا۔ حضرت مولانا نے جواباً فرمایا کہ کیا مسجد نبوی کے بعد مساجد تعمیر نہیں ہوتیں؟ ضرور ہوئی ہیں (باقی ص[illegible] پر)

شوکت تھانوی مرحوم اور احمدیت

از مکرم خواجہ حبیب احمد صاحب ڈار جنرل سیکرٹری جماعت ہائے احمدیہ۔ صوبہ کشمیر

گذشتہ اشاعت میں مضمون ہذا کی کتابت میں بہت سی خامیاں رہ گئی تھیں اسلئے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے ـــ (ادارہ)

دنیائے اردو ادب کو لگ بھگ ۴۵ سال تک زعفران زار بنانے والے شوکت تھانوی صاحب آج مرحوم ہیں۔ وہ اردو لٹریچر میں اپنی مزاحیہ نویسی سے مکمل اور انمٹ چھاپ چھوڑ گئے۔ وہ روتوں کو ہنسا کر خود بھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔ لیکن نہیں وہ تو زندہ جاوید ہیں۔ آپ غم والم کیوجہ سے کتنے ہی افسردہ کیوں نہ ہوں۔ آپ کتنے ہی سنجیدہ سہی۔ شوکت صاحب کی کوئی کتاب ہاتھ میں اٹھا کر اس کا پہلا صفحہ الٹیے۔ آپ نے ریڈیو لگایا ہے اور شوکت صاحب کے "قاضی جی" کا صرف نام سنتا ہے۔ یا صرف شوکت صاحب کا اپنا نام سنتا ہے۔ تو یقین جانئے کہ آپ کا پژمردہ چہرہ کھل اٹھے گا۔ آپ کا غم والم افسردگی چھٹ جائے گی۔ اور آپ کے چہرے پر ہلکے ہلکے تبسم کی آپ کے ہونٹوں پہ اجارہ داری ہوگی۔ اُردو ادب میں شوکت صاحب جیسے چوٹی کے زندہ دل ادیب بہت سہی۔ لیکن انہوں نے ایک منفرد رنگ سے جو سرمایہ اردو ادب کو بخشا ہے وہ اُن کا نام تاریخ اردو ادب میں زندہ جاوید بنانے کے لئے کافی ہے۔ شوکت صاحب نے اردو ادب میں صالح اور زندگی بخش مزاح کا اضافہ کیا۔ اور اُن کا مزاح آب حیات ہے وہ کھونڈے ہیں اور شوخیاں ہیں سے یکسر پاک ہے اُن کا مزاحیہ لٹریچر اس شعر کی عملی تفسیر ہے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مُردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

شوکت تھانوی ایک غیر جانبدار ادیب تھے۔ اُنہوں نے اپنے قلم کے ذریعہ کسی بھی مذہب خیال کی تبلیغ نہیں کی۔ جیسا کہ آجکل کے ادیبوں کا خاصا ہے کہ کسی نہ کسی ازم کو اپنے ادب یا شاعری کے ذریعہ پرچار کرتے رہتے ہیں۔ لیکن شوکت صاحب کی ذات کو آپ اس طرح ملوث نہیں پائیں گے۔ بلکہ انہیں زندگی کے سبھی اور سادے جذبات کو محض انسانیت کی ہمدردی کے لئے اپنے اچھوتے انداز میں پیش کرتے ہوئے پائیں گے جس ازم اور جس سلسلہ میں بھی انہیں خوبی نظر آتی وہ اسے اپنے ادبی ذوق کے۔ ذریعہ انسانیت کی ہمہ گیر تعمیر کے لئے پیش کرتے گئے۔ قادیان اور احمدیت کے ساتھ اُن کا جوانی کا تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اُسکے ناطے اُنہوں نے "تحریک احمدیت" کو تنقیدی نظروں سے بھی اور بہت قریب جا کر بھی دیکھا۔ اور ایک غیر جانبدار ادیب اور بے باک نقاد کی حیثیت سے اُنہوں نے ہمارے سلسلہ کے متعلق کیا رائے قائم کی یہ اُنہی کی زبان سے سُننے کے لائق ہے۔ اپنی خود نوشت سوانح حیات جس کا نام بھی انہوں نے اپنے خاص ذوق کے مطابق "مایہ دولت" رکھا ہے کے صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷ میں "پنجاب کا پہلا سفر" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"کسی کو کلکتہ اور بمبئی دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ کسی کو کشمیر جنت بے نظیر کی زیارت کی تمنا مگر ہم کو نہ معلوم کیوں ہمیشہ لاہور دیکھنے کی تمنا تھی بچپن ہی سے لاہور میں ہمارے لئے خدا جانے کیا کشش تھی کہ ہمیشہ لاہور جانے کو دل چاہا۔ مگر یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوئی۔ مگر جب اس تمنا کے بر آنے کا وقت آیا تو اچانک پوری بھی کس طرح ہوگئی کہ گمان تک نہ ہو سکتا تھا ایک دن ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے فرمایا۔ چلتے ہو پنجاب" دل نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ کے۔ وہ بھاوج صاحبہ (مسز محمد عمر) کو لینے جا رہے تھے۔ اور ارادہ تھا کہ راستہ میں قادیان بھی ٹھہریں گے۔ چنانچہ ہم اُن کے ہم رکاب ہو گئے۔ امرتسر پہونچ کر ہم لوگ قادیان کی طرف مڑ گئے۔ قادیان پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں۔ پھر بھی ہم دو عاد دن ہی گذرا۔ قادیان کے مختلف شعبے سرسری طور پر دیکھے۔ بہشتی مقبرہ دیکھا۔ اخبار الفضل کے دفتر گئے۔ تایا اکمل صاحب سے ملے۔ اور سہ پہر کو یہ خبر کہ آج ہی حضرت صاحب ڈلہوزی سے شملہ جاتے ہوئے امرتسر سے گذریں گے۔ ہم لوگ واپس امرتسر آ گئے اور امرتسر میں حضرت صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ خیال تھا کہ ہم کو دیکھتے ہی احمدیت کی تبلیغ شروع کر دیں گے۔ ہم کو بیعت کی دعوت دی جائے گی۔ اور ہم جب انکار کریں گے تو ڈاکٹر صاحب کو ہدایت دی جائے گی کہ ان کو جماعت کا لٹریچر پڑھنے کو دیا جائے۔ مگر نہ یہاں احمدیت کا ذکر تھا نہ بیعت کا کوئی سوال۔ نہ کوئی ایسی بات جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ہم کو غیر احمدی سمجھا جا رہا ہے۔ اور احمدی بنانے کی تحریک ہو رہی ہے بلکہ بجائے اس کے حضرت صاحب نے کچھ ادبی اور کچھ شاعرانہ گفتگو چھیڑ دی تاکہ ہم کو دلچسپی ہو سکے۔ سب نے مل کر ریفریشمنٹ روم میں ہندوستانی کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت صاحب شملہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس پہلی ملاقات میں اُن کی گفتگو کا رُخ زیادہ تر سیاسیات کی طرف تھا۔ اور ہم مرف یہ اندازہ کر سکے کہ ان کی مذہبی حیثیت تو درکنار ان کی سیاسی حیثیت بھی بلند ہونا چاہیئے۔ جو عمیق نظر اُن کی سیاست کی باریکیوں پر پڑ رہی تھی وہ صرف ایک مشاق ماہر سیاسیات کی ہو سکتی تھی۔ ادبی معاملات میں جو گفتگو آپ نے فرمائی وہ خالص ادبی رنگ لئے ہوئے تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک سلجھا ہوا ادیب یہ باتیں کر رہا ہے ان تمام باتوں کے علاوہ نگاہیں نیچی۔ لبوں پر تبسم اور آواز میں ایک دلکشی غالباً انہی باتوں کو غیر احمدی قادیانیوں کی گھلاوٹ کہتے ہیں۔

شوکت صاحب ایک جرنلسٹ۔ ایک ادیب۔ ایک شاعر۔ ایک نقاد کی حیثیت سے زندگی کے دن بسر کر رہے تھے۔ احمدیت کو اُنہوں نے نزدیک دور سے ان تمام حیثیتوں سے دیکھا اور پرکھا اور آخر وہ یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گئے کہ تحریک احمدیت اسلام کی حقیقی ترجمان ہے اور اس رائے کو اُنہوں نے بلا کسی جھجک کے ظاہر کیا بلکہ وقتاً فوقتاً جماعت احمدیہ کے اہتمام میں منعقد کئے گئے جلسہ سیرت النبی میں اکثر شرکت فرماتے رہے لیکن صحافت اور ادب میں کردار اور رائے کی یہ دیانتداری انہیں اُن صحافی یا ادیب حضرات کی طرح مہنگی پڑی جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے نیک اور خلوص بھرے تاثرات کا ہمارے سلسلہ سے متعلق اظہار فرمایا۔ علامہ نیاز فتحپوری جیسے بھی جب ہماری تحریک پر بے لاگ تبصرے فرمائے تو انہیں بھی آڑے ہاتھوں لیا گیا۔ حتیٰ کہ اس حد تک بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا گیا کہ اُن پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اُنہوں نے محض جماعت احمدیہ کے اندر جو ایک مہذب اور تعلیم یافتہ جماعت ہے اپنی نگارشات کی خریداری اور اشاعت بڑھانے کے لئے اس جماعت کی حمایت میں قلم اُٹھایا ہے مگر افسوس یہ تنگدل مگر قابل رحم حضرات یہ بات بھول رہے ہیں کہ تحریک احمدیت ایک خدائی تحریک ہے۔ اگر اہل قلم اور اہل دانش اس تحریک کی حمایت میں (بھی نکھیں وحالانکہ مشیت ایزدی کے مطابق اُنہوں نے ضرور حمایت کرنی ہے) یہ تنگ نظر حضرات اگر تمام فرعونی اور نمرودی عنصروں کو ملا کر بھی احمدیت کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیں گے تو احمدیت کا تابناک سورج انہیں پگھلا کر رکھ دے گا۔ اور وہ خود بخود شرم سے پانی پانی ہو کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ سرور کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لے کر نکلی ہے کون ہے جو اس میں کوئی روک پیدا کرنے کی جرأت پیدا کر سکے۔ احمدیت کے بازو اس سلسلہ میں آزمائے ہوئے ہیں۔ اس تحریک میں خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ وہ لچک اور جان ہے کہ لاکھ اسے مروڑیئے۔ لاکھ اسے کچلنے کی نازیبا حرکت کیجئے۔ لیکن آخر شرمندگی کے سوا کچھ نہ ملے گا اور ایسا کرنے والے صرف اپنے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ اور آخر وہ احمدیت کو ہی حقیقی اسلام کی ترجمان تسلیم کریں گے۔ احمدیت کی فطرت نے صرف اُبھرنا سیکھا ہے۔ اس نے کبھی دبنا گوارا نہیں کیا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ تائید ایزدی کا زبردست ہاتھ ہے اور روح القدس اس کی حمایت پر کمربستہ ہے

احمدیت ہی رہے گی رب کعبہ کی قسم

ہاں تو میں شوکت تھانوی مرحوم کے اُن تاثرات کا ذکر کر رہا تھا۔ جن کا اُنہوں نے ہماری تحریک کے متعلق کئی بار اظہار فرمایا تھا۔ اور جو اُن کو مہنگے پڑے لیکن جو رائے اُنہوں نے دل سے قائم کی تھی۔ وہ ملاؤں کے فتنوں سے دب کر نہیں بدلی۔ اُن کی رائے پتھر کی لکیر ثابت ہوئی۔ اُنہوں نے مخالفت کے ڈر سے یہ نہیں فرمایا۔ کہ صاحب مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کیجئے۔ میں احمدیت ایسی مادی لحاظ سے غریب جماعت کے لئے آپ لوگوں سے اُلجھنا نہیں چاہتا۔ نہیں بلکہ اُنہوں نے صحافت اور ادب کی دیانت کو آخری دم تک نبھایا۔ انکے ساتھ اس سلسلہ میں کیا بیتی یہ اُنہی سے سُنیئے۔ "مایہ دولت" کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر شوکت تھانوی مُردہ باد" رخدا انہیں کروٹ کروٹ

زندہ جاوید رکھے) کے عنوان سے رقم طراز ہیں:-

"جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر سال جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تھا۔ اور ہر جلسہ میں ہم ایک آدھ نظم پڑھا کرتے تھے۔ مسلسل چار سال تک ہم نے جلسہ میں نظمیں پڑھی تھیں۔ اور اب تک اس جلسہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ مگر ہم بڑے مبارک قدم واقع ہوئے ہیں۔ جہاں اور جس معاملہ میں ہمارا دخل ہوجاتا ہے بخیر خیریت ذرا مشکل ہی نظر آتی ہے۔ چنانچہ جس جلسہ کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس کے لئے صدر ہم کو منتخب کیا گیا تھا۔ اور لکھنؤ میں اس جلسہ کے خلاف پروپیگنڈا ہوا تھا کہ یہ قادیانی جلسہ سیرۃ النبی صلعم بہانہ اصل اپنی تبلیغ کرتے ہیں وہ اپنی تبلیغ بھی تو آنحضرت صلعم کی حکومت تمام دنیا پر قائم کرنے کے لئے ہی کرتے ہیں۔ راقم اور ان کا جالکیوں کو مسلمان سمجھتے نہیں۔ بلکہ اس دعوے میں چلے جاتے ہیں کہ یہ جلسہ سیرت ہے مگر ہم پر اس پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہ تھا ہمارے پاس بھی لوگ آئے اور ہم کو سمجھایا۔ مگر ہم اپنی رائے پر قائم رہے کہ یہ ذکر رسول ہے۔ اور ذکر رسول خواہ کسی جماعت کی طرف سے بھی ہو ہر مسلمان کے لئے باعث کشش ہونا چاہئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر اب اس اختلاف کی کیا وجہ پیدا ہوگئی۔ اب سے پہلے ہر سال بڑے بڑے غیر احمدی علماء نے اس جلسہ میں شرکت کی تھی۔ غیر مسلم مقرر اس میں سرور دو عالم کی زندگی پر اپنے خیالات پیش کرتے تھے شیعہ اور سنی علماء ہر مرتبہ شریک رہے تھے۔ مگر اب اس جلسہ کو یکایک احمدی حضرات کا ایک داؤں سمجھ لیا گیا تھا۔ بہرصورت ہم نے کسی کی ایک نہ سنی اور جلسہ کی صدارت کرنے مقررہ وقت پر گنگا پرشاد میموریل ہال پہنچ گئے۔ اس وقت بھی ہال کے دروازہ پر ایک قسم کی پکٹنگ ہو رہی تھی۔ لوگوں کو جلسہ کی شرکت سے روکا جا رہا تھا مگر اس کے باوجود جلسہ میں حاضرین کی تعداد کافی تھی ہم نے ایک مختصر خطبہ صدارت کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ مگر حاضرین جلسہ میں بہت سے حضرات اسی غرض سے آئے تھے۔ کہ جلسہ میں ابتری پیدا کریں چنانچہ ہال کے اندر ہی کچھ لوگوں نے خورد نوش شروع کر دیا۔ ہم نے ایک مختصر تقریر میں ان لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کی آپ حضرات سینما ہال میں نہیں خاموش بیٹھ سکتے ہیں۔ تماشہ کے اختتام پر خدا بادشاہ کو سلامت رکھے گانا جاتا ہے نہایت ادب سے کھڑے ہو کر سنتے ہیں۔ مگر اس وقت شہنشاہ دو عالم کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور آپ اس کو سننا تو درکنار

دوسروں کو بھی سننے دینا نہیں چاہتے۔ فرض کر لیجئے۔ یہ جلسہ احمدیوں کا ہے مگر ذکر ان کا ہو رہا ہے جن کے نام لیوا آپ بھی ہیں۔ اور یہ رویہ آپ نے یہ اختیار کیا ہے گویا احمدیوں کی ضد میں آپ ان سے بھی بغاوت کر رہے ہیں۔ جو آپ کے ہیں۔ مگر ان الفاظ کا بھی بہت کم لوگوں پر اثر ہوا اس لئے کہ وہ گھر سے طے کر آئے تھے۔ کہ جلسہ میں ابتری پیدا کریں گے۔ تھوڑی ہی دیر میں جلسہ کے باہر بہت کافی ہجوم ہو گیا۔ اور لوگوں نے نعرے بلند کرنا شروع کئے۔ جو جماعت احمدیہ کے خلاف تھے۔ مگر اس کے باوجود جلسہ کی کارروائی جاری رہی۔ مگر باہر کے شور و غل کا اثر جب ہال کے اندر بھی پہنچنے لگا تو آخر جلسہ میں سے ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جناب صدر سے استدعا کروں گا کہ وہ جلسہ کی کارروائی ختم کر دیں اس لئے کہ جس ذکر حبیب کے لئے جس سکون کی ضرورت ہے۔ وہ یہاں حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اس آواز کی تائید لوگوں نے بھی کی۔ اس وقت باہر سے ایک طوفان اٹھا اور جو نعرے بلند ہو رہے تھے۔ وہ اس خاک کے متعلق تھے یعنی "شوکت تھانوی مردہ باد" ادھر سے کچھ لوگوں نے نعرہ بلند کیا "شوکت تھانوی زندہ باد"۔ اور ہم حیران تھے کہ ہم کو ان دونوں میں سے کس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیئے۔ لوگوں نے ہم کو مشورہ دیا کہ آپ پشت کے دروازے سے نکل جایئے۔ مگر ہم نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور اس رحمت اپنے دل میں بلا کی جرأت پیدا کر کے ہم صدر دروازہ سے ہی باہر نکلے جہاں دو رویہ لوگوں کی ایک بہت بڑی بھیڑ ہمارے خلاف نعرے بلند کر رہی تھی۔ مگر ہمارے پہنچتے ہی پھر دو قسم کے نعرے شروع ہو گئے "شوکت تھانوی مردہ باد" اور "شوکت تھانوی زندہ باد"۔ اور ہم اسی طوفان سے گذر کر سواری تک آگئے۔ بانیان جلسہ نے اس دوران پولیس کو اپنی حفاظت سے روکا اور یہ کہہ کر اس مجمع سے گذرنے لگے کہ میرا فیصلہ ان ہی حضرات کو کرانے دیجئے۔ ایک صاحبزادے کچھ حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تھے۔ مگر ان ہی کے چند ساتھیوں نے ان کو روکا اور ہم بخیریت مجمع سے گذر کر اپنے گھر آ گئے۔ گھر پر اس ہنگامہ کی اطلاع پہنچ چکی تھی اور سب بے حد پریشان تھے۔ مگر ہم نے گھر جا کر سب کو مطمئن کر دیا کہ دیکھو تو یہ دھڑ پر میرا سر موجود ہے۔ اور میرے تمام اعضاء صحیح و سالم ہیں۔ اس سے قبل بھی اس بات کی شہرت تھی کہ شوکت تھانوی "قادیانی" ہے۔ وجہ یہ تھی کہ برادران محترم ڈاکٹر محمد عمر

صاحب۔ مولوی محمد عثمان صاحب۔ ڈاکٹر محمد زبیر صاحب اور مولوی محمد طلحہ ایڈوکیٹ احمدی عقائد رکھتے ہیں علاوہ ازیں ان کی حقیقی بھتیجی سعیدہ ہیں۔ چنانچہ یہ عام طور پر خیال تھا کہ ایک احمدی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں نہ آئی ہوگی۔ اس لئے کہ احمدی حضرات غیر احمدی لڑکی بیاہ کر لاتے ہیں۔ مگر غیر احمدی کو دیتے نہیں۔ اس کے علاوہ ہم قادیان دو مرتبہ جا چکے تھے۔ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل چکے تھے۔ ان کے ہاں دعوت کھا چکے تھے۔ بعض احمدی مسائل پر مضامین لکھ چکے تھے۔ ان تمام حالات کے ماتحت ہمارے احمدی ہونے کی جو خبر گرم تھی۔ اس کو بلاوجہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ خواہ وہ کتنی غلط کیوں نہ ہو۔ مگر اس جلسہ کے بعد تو اس روایت پر گویا تصدیق کی مہر بھی لگ گئی۔ اور اب ہمارے احمدی ہونے کا ان سب کو بھی یقین ہو گیا جو اب تک مشکوک تھا۔ ہم سے جس کسی نے بھی پوچھا ہم نے یہی جواب دیا کہ حضرت سچ پوچھئے تو احمدی ہم آپ سب ہی ہیں۔ احمد ہمارے رسول برحق کا اسم پاک تھا۔ اور ان سے نسبت دینا ہم اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ رہ گیا آپ کا یہ خیال کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں۔ اس کے متعلق ہم نے کبھی غور نہیں کیا ہے۔ البتہ احمدی حضرات کے اصلاحی جوش۔ ان کے اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی دیوانہ وار سرگرمیوں کو ہم بے شک نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں مگر اس کے باوجود لوگ یہی سمجھتے رہے کہ صاحب یہ کیونکر ممکن ہے کہ شوکت قادیانی نہ ہوں۔ اور سر ظفر اللہ خاں ان کے دیوان پر گول میز کانفرنس کے اجلاس کی مصروفیتوں کے باوجود لندن میں بیٹھ کر تبصرہ لکھیں۔ خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبہ جمعہ میں ان کی سودیشی ریل کا ذکر کریں۔ اور قادیانیوں کا اخبار الفضل ان کا ذکر اپنے کالموں میں کرے۔ مگر ہم نے اپنی احمدیت کی اس شہرت پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کیا۔ اس لئے کہ اول تو ہم مذہبی آدمی نہیں۔ دوسرے اگر مذہبی آدمی ہوتے بھی تو مذہب کے معاملہ میں خدا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے نہ کہ اس کے بندوں کو۔ مذہب تو خدا تعالےٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک رشتہ کا نام ہے۔ یہ کوئی سوسائٹی کی چیز نہیں"۔

ہم۔ اس مناظرہ کے بہترین نتائج ظاہر فرمادے۔ آمین۔

خاکسار

عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
مظفرپور (بہار)

(بقیہ صفحہ ۸)

البتہ مسجد نبوی کی ظلمت میں سے
اُٹھ گیا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے
کیا داغ کے بعد دہلی میں کوئی شخص شاعر نہیں کہلا سکتا؟ غیر احمدی مناظر اور ان کے معاونین نے متعدد مرتبہ "تحذیر الناس" منگوا کر دیکھی۔ لیکن ان کے سامنے ایسے دم بخود ہو گئے کہ اس حوالہ کو چھوا تک نہیں تب حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے تین تین مرتبہ کتاب منگوائی ہے۔ لیکن اس کے متعلق آپ کچھ بولتے کیوں نہیں۔ مولانا نے للکارا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند کا یہ ایک ڈنڈا ہے جو آپ لوگوں کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اور تلوار بن کر آپ کی گردنوں پر لٹک رہا ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

غیر احمدی مناظر نے دوران مناظرہ میں ایک حدیث بھی شرح فقہ اکبر کی پیش کی۔ "لو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی"۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ دور حاضرہ کے ان علماء کی یہ بھی ایک بیہودہ تحریف ہے۔ کہ شرح فقہ اکبر جو مصر میں چھپی تھی اس میں یہ کلمہ نہیں بلکہ عیسیٰ لکھا ہے۔ لیکن ہندوستان میں جو نسخہ چھپا ہے اس میں تحریف کر کے موسیٰ لکھ دیا ہے تاکہ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو جائے۔

مناظرہ پرامن فضا میں ہوا۔ آخر میں صدر محترم نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کل تک یہاں ہیں۔ اور مولوی عبدالحق صاحب فضل ابھی اور کچھ روز قیام کریں گے۔ جو دوست احمدیت کے متعلق اپنی تشفی کرنا چاہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے ان علماء سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مناظرہ ختم ہو گیا اور غیر احمدی مناظر و ان کے معاونین کتابوں کی گٹھڑیاں اٹھائے ہوئے اور گردنوں کو جھکائے ہوئے اٹھے اور مولانا نظام الدین صاحب نے اپنی ذلت کا زبان حال اعتراف کرتے ہوئے اعلان کیا کہ "تحذیر الناس" کا جواب کل خطبہ میں دیا جائے گا۔

بہرحال نہایت پرامن طور پر مناظرہ ختم ہوا۔ اور متعدد تعلیم یافتہ غیر احمدی دوستوں نے احمدیت کے قوی دلائل کا اعتراف کیا اور مزید معلومات حاصل کرنے اور سمجھنے کے لئے دوست آتے رہے۔ بزرگان و احباب سے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ۶۳-۶-۲۸ سے ختم ہو چکا ہے

نمبر ۱۰۱۳۔ مکرم جناب امام علی صاحب احمدی اُودے پور کٹیا۔
نمبر ۱۰۹۶۔ " سید ناصر احمد صاحب۔ نیروبی (مشرقی افریقہ)
نمبر ۱۱۳۷۔ " مظفر اسلام صاحب۔ بنارس کینٹ
نمبر ۱۱۸۔ " حاجی عبد القدوس صاحب۔ شاہ جہان پور
نمبر ۱۱۸۱۔ " ایم خلیل الدین صاحب اڑیسہ
نمبر ۱۲۱۳۔ " محمد الطاف صاحب۔ امروہہ (یو۔ پی)
نمبر ۱۲۱۴۔ " ڈاکٹر آدم علی صاحب بیگ۔ علیگڑھ
نمبر ۱۲۲۳۔ " مبشر الدین صاحب۔ برہم پور۔ اڑیسہ
نمبر ۱۲۳۱۔ " حافظ لسین صاحب۔ (یو۔ پی)
نمبر ۱۲۵۸۔ " ایچ فاروق احمد صاحب شاہ آباد۔ حیدر آباد۔
نمبر ۱۳۹۳۔ " منظر احمد صاحب پال۔ رانچی (بہار)
نمبر ۱۵۲۴۔ " انچارج صاحب انجمن احمدیہ کلکتہ ۱۷
نمبر ۱۵۸۶۔ " ولی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مالا بار
نمبر ۱۵۹۴۔ " ایس احمد صاحب۔ آشیانہ۔ رانچی (بہار)
نمبر ۲۰۰۔ " بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔ آرہ (بہار)
نمبر ۲۰۴۱۔ " مستری غلام رسول صاحب۔ چنبہ
نمبر ۲۲۵۵۔ " ایم۔ اے معین الدین صاحب سکندر آباد
نمبر ۲۲۵۷۔ " دی ایسوسی ٹریڈر کلکتہ ۱
نمبر ۲۲۵۸۔ " حافظ ڈاکٹر عبد الشکور صاحب مدراس ۱
نمبر ۱۸۹۔ " عبد القادر صاحب۔ جھنگ (پاکستان)
نمبر ۲۲۳۲۔ " سیکرٹری صاحب اردو لائبریری چائباسہ بہار
نمبر ۲۲۳۴۔ " جناب عاشق علی صاحب گونڈہ (یو۔ پی)
نمبر ۲۲۳۵۔ " اختر احمد صاحب عالم پور
نمبر ۲۲۳۶۔ " مولوی کرم الدین صاحب سوناگل کشمیر
نمبر ۲۲۴۸۔ " سید محمد محسن صاحب سدا نند پور اڑیسہ
نمبر ۲۳۱۵۔ " عبد المجید صاحب جمشید پور
نمبر ۲۳۱۹۔ " سید محمد سرور صاحب ملبو بنشور

سو مہربانی فرما کر یہ احباب آئندہ سال کا چندہ اخبار بدر جلد از جلد بھیج کر روپے جناب محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کے نام ارسال فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ ان کے اخبار بدستور جاری رکھا جا سکے۔ ان کی خدمت میں انفرادی طور پر خطوط بھی لکھے جا رہے ہیں۔ (مینیجر بدر قادیان)

قبولِ احمدیت یعنی حقیقی اسلام

میں خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں! اس بات کا خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ اس محسنِ حقیقی نے آج سے چار سال پیشتر مجھے اپنے خاص فضل سے کفر و شرک اور بت پرستی سے نکال کر اپنی خاص توحید اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان لانے کی توفیق بخشی۔ اور میرے سینے کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نور سے منور کر دیا۔ میں اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔

احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دینِ برحق کے احکام پر دل و جان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے۔ اور میرا خاتمہ بالایمان ہو۔ اور ہمارے اہلِ وطن بھائیوں کو بھی توفیق عطا ہو کہ وہ بھی اس آسمانی نور سے منور ہوں اور زندہ خدا پر ایمان لا کر ابدی طور پر روحانی زندگی کو حاصل کر سکیں۔

خاکسار
بشیر احمد طاہر۔ خسالی قادیان
سابق نام رادھے شیام داس بے
آف ککرود آڈھہ (یو۔ پی)

کتب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کا امتحان

احباب کرام کو علم ہے کہ گزشتہ دنوں حکومتِ مغربی پاکستان نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب" کو ضبط کر لیا تھا لیکن جماعت کے پُرزور احتجاج اور دردِ دل سے نکلی ہوئی متضرعانہ دعاؤں نے جلد ہی حکومتِ مغربی پاکستان کو اس ضبطی کے حکم کو منسوخ کرنے پر مجبور کر دیا۔ الحمد للہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی غرض سے نظارت تعلیم و تربیت اپنے سابقہ دستور کے مطابق امسال بھی امتحان کتب سلسلہ کا انتظام کر رہی ہے۔

لہٰذا نظارت ہذا یہ مناسب سمجھتی ہے کہ اس مرتبہ امتحان کے نصاب کے لئے اُسی کتاب کو منتخب کرے جس کی ضبطی نہ صرف احبابِ جماعت کی دلآزاری کا موجب ہوئی بلکہ جس کی ضبطی سے سینکڑوں غیر از جماعت احباب بھی مضطرب و بے چین رہے۔

نظارت دعوت و تبلیغ اس کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کر رہی ہے اور اُمید ہے کہ اگلے ماہ کے اختتام تک یہ کتاب شائع ہو جائے گی۔ اس لئے عہدیدارانِ جماعت سے درخواست ہے کہ وہ احبابِ جماعت کو نظارت ہذا کے مقرر کردہ امتحان میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونے کی تحریک فرمائیں۔ اور نظارت دعوت و تبلیغ کو ابھی سے اپنے آرڈر بھجوائیں تاکہ کتب با آسانی ارسال کی جا سکیں۔

نوٹ:۔ امتحان کی تاریخ کا اعلان کتاب مذکور کی اشاعت کے بعد کیا جائے گا۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

اعلانِ نکاح اور درخواستِ دعا

۱۔ مورخہ ۹ جون ۱۹۶۳ء عزیزم الطاف احمد خاں ولد راجہ محمد زمان خاں صاحب مرحوم کا نکاح عزیزہ بشیرہ بیگم دختر عزیزم محمد امیر اللہ خاں صاحب ساکن چک ابریچ ایک ہزار روپیہ مہر پر خاکسار نے پڑھا۔ بوقتِ نکاح احمدی غیر احمدی ملازمان سرکاری بھی شامل تھے۔

خطبہ میں خاکسار نے کہا کہ اسلامی طریق یہی ہے خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیئے۔ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز نہیں۔ اگرچہ اس وقت میں بیمار ہوں اور بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ تاہم میں اس وقت سنت کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہو کر پڑھتا ہوں کیونکہ غیر احمدیوں میں رواج ہے کہ وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی تشریح کرتے ہیں۔ صرف چند کلمات دہرائے جاتے ہیں۔

۲۔ میرے چچا زاد بھتیجے نذیر احمد خاں ولد راجہ ایوب احمد خاں صاحب مرحوم کی صحت و تندرستی کے لئے احباب کرام و درویشان کرام سے التجا ہے کہ مہربانی فرما کر موصوف کی صحت و تندرستی کے لئے خاص طور سے دعا فرمائیں۔

خاکسار:۔
راجہ غلام محمد احمدی صدر جماعت احمدیہ
چک ابریچ کشمیر۔
حصہ نمبر ۱۱۹۶۔

خبریں

گوہاٹی ۲۳ رجون۔ یہاں جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ آسام کے تین اضلاع میں تقریباً دو سو دیہات بری طرح سیلاب کی زد میں ہیں۔ ان اضلاع کے نام جو سیلاب کی زد میں آئے ہیں درانگ، شمالی کامروپ اور نوگانگ ہے۔ ان تمام علاقوں میں دریائے برہم پترا اور اس کی تمام شاخوں میں زبردست طغیانی آگئی ہے نوگانگ میں تقریباً ڈیڑھ سو گاؤں سیلاب کی زد میں ہیں۔ ان کے مویشی اور مکان بڑی تعداد میں نوگانگ اور گوہاٹی کے درمیان بہت سی جگہوں پر سڑکیں اور بند ٹوٹ گئے ہیں۔

چنڈی گڑھ ۲۳ رجون۔ وزیر اعظم نہرو ۷ رجولائی کو یہاں دو دن کے دورہ پر تشریف لائیں گے

کوالالمپور ۲۳ رجون۔ ملایا کے مسلم لیڈروں نے ائمہ مساجد اور دیہات کے نمبرداروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کرانے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں اور طلاقوں کی نوبت نہ آنے دیں محکمہ دینیات کے بڑے افسر راجہ لنگ سابق ماجد حسین نے کہا ہے کہ مسجدوں کے امام اگر اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں تو وہ شوہروں اور بیویوں کے باہمی جھگڑوں کو طے کرا سکتے ہیں اور طلاق کی ضرورت محسوس نہیں ہو سکتی مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ دولہا جدید کے جوڑے اس قسم کے مشورے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ملایا کے مسلمانوں میں طلاق کی بدعت غیر معمولی پیمانہ پر بڑھ رہی ہے۔ اس لئے مساجد کے اماموں اور دیہات کے نمبرداروں کے لئے ایک کورس شروع کیا گیا ہے۔ جس میں انہیں بتایا جاتا ہے کہ میاں بیوی تصفیہ کیسے کرانا چاہئے

کولون ۲۳ رجون۔ امریکہ کے صدر کینیڈی مغربی یورپ کے دورہ پر آج یہاں پہونچے۔ مغربی جرمنی کے صدر اور اراکین حکومت، سفارتی نمائندوں اور ہزاروں شہریوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔ صدر کینیڈی نے تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ مغربی جرمنی پر حملہ ہوا تو امریکہ پر حملہ سمجھا جائے گا۔ جب تک ناٹو سے کوئی خطرہ رہے گا امریکی فوج یورپ میں مامور رہے گی یورپ کے تحفظ کو امریکہ اپنا تحفظ سمجھتا ہے۔

دہلی ۲۳ رجون۔ حکومت ہند نے ۲۳ رجون سے چینی کی بین الریاستی نقل و حمل پر پابندی لگادی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک سرکاری اعلان ایک غیر معمولی گزٹ کے ذریعے کیا گیا ہے واقف کار حلقوں کی اطلاع کے مطابق اس ملک کے اندر چینی کی جو قلت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ کارروائی اس کے پیش نظر کی گئی ہے۔ اس سے صورتِ حال کو سدھارنے میں امداد ملے گی۔ اس وقت یو۔پی اور کئی دوسری ریاستوں میں لوگوں کو چینی کے معاملہ میں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ڈھاکہ ۲۳ رجون۔ مشرقی پاکستان کے دریاؤں میں سیلاب کے باعث وسیع رقبات میں پانی پھیل گیا ہے کومیلا میں گومتی کا پانی خطرہ کے نشان سے ۷ فٹ بلند ہو گیا ہے۔ وسیع علاقہ میں مکانات، دوکانیں، سڑکیں، کھیت زیر آب ہیں۔ دریائے میگھنا میں بھی پانی خطرہ کے نشان سے اونچا ہو گیا ہے۔ لیکن ضلع چاٹگام میں سیلاب اُترنا شروع ہو گیا ہے۔ چاٹگام میں سیلاب سے کم سے کم تین لاکھ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ لوگوں نے محفوظ مقامات ٹیلوں اور درختوں پر پناہ لی ہے بہت سے سیلاب زدہ علاقوں میں کئی کئی فٹ پانی جمع ہے۔ برطانیہ سے ۵۰ ہزار پونڈ کے امدادی سامان کی پہلی قسط لے کر ایک جہاز آج چاٹگام پہنچا اس میں زیادہ تر دوائیں ہیں۔

ویٹی کن سٹی۔ ۲۳ رجون۔ عیسائی دنیا کے نو منتخب سب سے بڑے پوپ نے روز گذشتہ دنیا کے نام ایک پیغام نشر کرتے ہوئے کہا کہ میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس بڑے کام کو جسے پوپ جان نے شروع کیا تھا یعنی "عیسائی اتحاد" کو آگے بڑھانے کی ہر ممکن سعی کرتا رہوں گا۔ موصوف نے اپنے ان عیسائی بھائیوں کے لئے اظہار تشویش کیا جو روم کے بڑے گرجا گھر کی دسترس سے باہر ہیں۔ اور جن کے تحفظات کا کوئی انتظام ان کی جانب سے نہیں ہے۔

جالندھر ۲۲ رجون۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے تمام درسی کتب سرکاری پریس میں چھاپنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چیف پارلیمنٹری سیکرٹری سردار گلاب سنگھ نے بتایا ہے۔ کہ یہ فیصلہ کم خرچ کی مہم کے تحت کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کے پاس لاکھوں روپے پرنٹنگ مشینیں بیکار پڑی ہیں۔ اور یہ کہ پرائیویٹ چھاپہ خانوں کا کام تسلی بخش نہیں ہوتا۔ چنڈی گڑھ کے سرکاری پریس میں اب تین مشینیں لگائی جائیں گی۔ اس سے پہلے پریس میں صرف ایک شفٹ تھی۔

دہلی ۲۳ رجون۔ فوجی تیاریوں اور اختلافی امور کے باوجود پر جو منظر عام پر آ گئے ہیں۔ فضائی دفاع کے بارے میں ایک اونچی سطح پر جلد ہی فیصلہ ہونے کی توقع ہے۔ لندن، واشنگٹن اور دہلی میں ہفتوں سے مشورے ہو رہے ہیں۔ اور اس کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا ہے۔ کہ امریکہ اور برطانیہ میں ایک اصول طور پر اتفاق ہو گیا ہے کہ چینیوں کے ہوائی حملوں کی صورت میں ہندوستان کا دفاع ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں دونوں مغربی ملکوں میں جو معاہدہ ہوگا اب اس کے متن پر غور کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد یہ معاہدہ منظوری یا نامنظوری کے لئے حکومت ہند کو بھیج دیا جائے گا مغربی ممالک کو اس بات پر اصرار ہے کہ ہندوستان سے ان کا جو بھی معاہدہ ہو وہ چپ چاپ دیا جائے۔ پلان کا ڈھانچہ یہ ہے کہ برطانیہ۔ امریکہ اور دولت مشترکہ کے دوسرے ممالک کے اسکواڈرن کو ملک کے منتخب حصوں میں رکھے جائیں۔

اس کے علاوہ ان مقامات پر ہندوستانی عملوں کی تربیت کے غیر ملکی کاریگر اور انسٹرکٹر مہیا کئے جائیں گے تاکہ پھر جیٹ ہوائی جہاز زمین کے ۔ اور سسٹم کی مدد سے اپنا کام مسلسل کر سکیں۔

ایک دوسرا اہم معاملہ ہوائی جہازوں کو ہوا سے ہوا میں چلائی جانے والی میزائلوں سے لیس کرنے کا ہے۔ اس مسئلہ کو فوری اور اطمینان بخش طریقے سے حل کرنے کی ضرورت ہے دونوں سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا ہے کہ برطانیہ کچھ فائر سٹریک (آگ اگلنے والی) میزائلیں دینے کے لئے تیار ہے۔ جن سے سپرسانک ونسٹر ہوائی جہازوں کو لیس کیا جائے گا۔

لندن ۲۳ رجون۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن برطانیہ کا اپنا دورہ مکمل کر کے ہندوستانی ٹائم کے اعتبار سے آج سہ پہر بجے کے قریب ہند کے لئے روانہ ہو گئے۔ کل صبح سویرے وہ پالم پہنچ جائیں گے۔ صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے بارہ دن تک برطانیہ کا دورہ کیا۔ اور وہاں کے تعلیمی اور تہذیبی اداروں کو دیکھا۔

ولادت

مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب حیاء درویش قادیان کے ہاں مورخہ ۸/۶/۶۳ کو خیریت سے بچی تولد ہوئی۔ نومولودہ کا نام عابدہ شکیلہ تجویز کیا گیا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالے عزیزہ کو نیک، صالحہ اور والدین کے لئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

درخواست دعا

پچھلے دنوں محترم مولانا ابو الوفا صاحب کی طبیعت بوجہ ضعف اعصاب علیل رہی تھی۔ اب آپ کی صحت بفضلہ تعالے اچھی ہو رہی ہے۔ احباب جماعت محترم مولوی صاحب موصوف کی صحت کاملہ کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالے اپنے فضل سے کامل شفا بخشے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق دے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

تبدیلیٔ ایڈریس

مکرم بابو غلام رسول صاحب نائب پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ کشمیر بچ بہاڑہ سے تبدیل ہو کر سوپور (کشمیر) چلے گئے ہیں۔ جملہ جماعت ہائے احمدیہ کشمیر مکرم بابو صاحب کے موجودہ ایڈریس پر خط و کتابت کریں۔

خاکسار
مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ
قادیان